عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۴۲ | یکم تا ۶ شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۳ تا ۲۸ فروری ۲۰۲۳ء | شمارہ:۸

بدلتے حالات میں بدلتے فضلائے مدارس

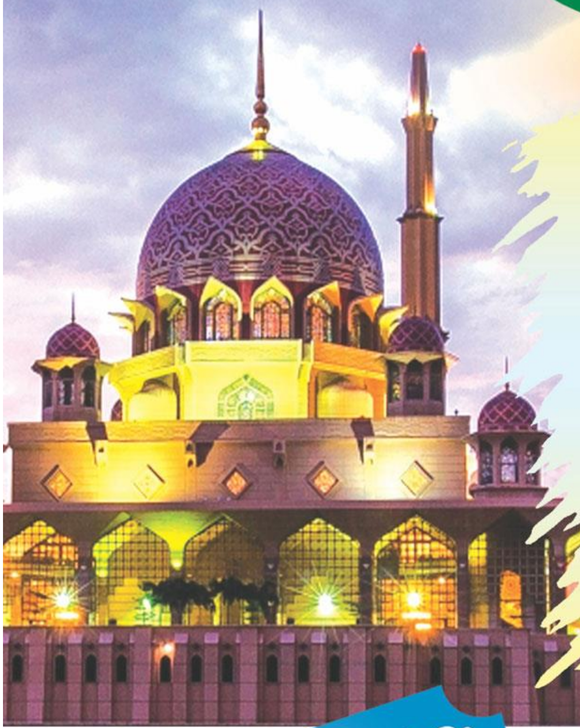

شعبان المعظم

عظمتوں کا مہینہ

قادیانیوں سے متعلق سندھ ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

ایک ساتھ تین طلاق کا حکم

س:...... میں نے دو شادیاں کی ہیں۔ میں ایک دن پہلی والی بیوی کے ساتھ رہتا ہوں اور دوسرے دن دوسری بیوی کی ساتھ رہتا ہوں۔ میری پہلی بیوی کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے چار پانچ دن پہلی بیوی کے پاس قیام کیا اور بعدازاں جب میں دوسری بیوی کے پاس گیا تو وہ بہت غصہ میں آگئی اور ضد کرنے لگی کہ اب تم میرے پاس چار پانچ دن قیام کروگے۔ بصورت دیگر تم مجھے طلاق دو ابھی اور ابھی، اور میرا گریبان پکڑ لیا اور ضد کرنے لگی کہ مجھے ابھی طلاق دو، اگر ایسا نہ کیا تو میں تمہارے بلڈنگ کے نیچے اترنے سے پہلے یہاں سے چھلانگ لگا کر جان دے دوں گی! میں نے سمجھانے کی کوشش کی، مگر میری بیوی کا یہی مطالبہ تھا اور وہ میرا گریبان نہیں چھوڑ رہی تھی۔ بعدازاں میں نے بیوی کو ایک ساتھ تین بار طلاق دے دی۔ لہٰذا گزارش ہے کہ مجھے فتویٰ عنایت فرمائیں۔

ج:...... صورت مسؤلہ میں آپ نے اپنی دوسری بیوی کو چونکہ ایک ساتھ تین طلاق دے دی ہیں، اس لئے اب وہ حرمت مغلظہ کے ساتھ آپ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہے۔ آئندہ بغیر حلالہ شرعیہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا عدت گزارنے کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

طلاق رجعی میں عدت کے اندر رجوع کر سکتے ہیں

س:...... ہمارا نکاح ہوا ہے تقریباً چھ ماہ ہو چکے ہیں، ہماری رخصتی نہیں ہوئی، لیکن تنہائی میں اپنی بیوی سے کئی بار مل چکا ہوں، اگر ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہتا تو کرسکتا تھا، پر نہیں کیا۔ کچھ دن پہلے میری اپنی منکوحہ سے لڑائی ہوگئی اور فون پر میں نے اسے میسج لکھ دیا کہ ”میں تمہیں نکاح سے آزاد کرتا ہوں“۔ میں نے غصہ میں یہ سب لکھ دیا۔ کیا اس سے طلاق واقع ہوگئی ہے؟ اگر طلاق ہوگئی ہے تو کون سی طلاق ہوئی ہے؟ ہم دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔

ج:...... صورت مسؤلہ میں نکاح کے بعد چونکہ خلوت صحیحہ (مکمل تنہائی) میسر ہوئی ہے، یعنی میاں بیوی اگر ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہتے تو کرسکتے تھے، لہٰذا یہ خلوت صحیحہ جماع (ہمبستری) کے حکم میں ہے۔ اس لئے آپ نے جو میسج لکھا کہ: ”میں تمہیں نکاح سے آزاد کرتا ہوں“ اس جملہ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، کیونکہ محاورہ میں آزاد کرنا صریح طلاق کے حکم میں ہے اور اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ آئندہ آپ کے پاس دو طلاقوں کا حق باقی رہ گیا ہے۔ عدت کے اندر اندر آپ بغیر نکاح کے رجوع کرسکتے ہیں۔ عدت گزر جائے تو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا اور عدت تین ماہواریاں ہیں۔ جیسے ہی عورت تیسری ماہواری سے فارغ ہوگی، عدت مکمل ہو جائے گی۔ اس لئے عدت پوری ہونے سے پہلے دو گواہوں کی موجودگی میں رجوع کرلیں۔ رجوع کرنے کے لئے یہ کہنا بھی کافی ہے کہ: ”میں تمہیں اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہوں“۔

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ مجلس

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۲ — یکم تا ۶ رشعبان المعظم ۱۴۴۴ھ، مطابق ۲۳ تا ۲۸ فروری ۲۰۲۳ء — شمارہ: ۸

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مضمون	صفحہ	مصنف
بدلتے حالات میں بدلتے فضلاءِ مدارس	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
شعبان المعظم .... عظمتوں والا مہینہ	۹	مولانا احمد عبیداللہ یاسر قاسمی
حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما	۱۵	مولانا ندیم احمد انصاری
قادیانیوں سے متعلق سندھ ہائیکورٹ کا فیصلہ	۱۸	منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ
مرزا قادیانی کی جھوٹی پیشگوئیاں	۲۲	مولانا سعد کامران
مولانا قاضی احسان احمد کا دورۂ گوجرانوالہ	۲۴	رپورٹ: حافظ خرم شہزاد
خبروں پر ایک نظر	۲۶	ادارہ
مبلغ اسلام حضرت مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھویؒ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

قسط:۲۵ (۱۰ سنہ نبوت کے واقعات)

’’آکام المرجان فی اَحکام الجان‘‘ کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنات کے وفد چھ مرتبہ حاضر ہوئے، بعض مکہ میں اور بعض مدینہ میں۔ اور علامہ شامیؒ نے اپنی سیرت میں لکھا ہے:’’جنات کے وفد کی تعداد ایک مرتبہ سات یا نو، ایک مرتبہ ساٹھ، ایک مرتبہ تین سو اور ایک مرتبہ بارہ ہزار تھی۔‘‘ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ: جنات کا پہلا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعثت کے کچھ عرصہ بعد آیا، جبکہ جنات پر شہابِ ثاقب کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱۲:......اسی سال، طائف سے واپسی کے موقع پر ہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دُعا کی تھی جو’’دُعائے طائف‘‘ کے نام سے مشہور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی، بعدازاں یہ دُعا فرمائی:

’’اَللّٰھُمَّ اِلَیکَ اَشکُوا ضُعفَ قُوَّتِی وَقِلَّةَ حِیلَتِی وَھَوَانِی عَلَی النَّاسِ یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ! وَاَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِینَ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِی؟ اِلٰی عَدُوٍّ بَعِیدٍ یَتَجَھَّمُنِی؟ اَمْ اِلٰی صَدِیقٍ قَرِیبٍ مَلَّکْتَهُ اَمْرِی؟ اِنْ لَّمْ تَکُنْ غَضْبَانًا عَلَیَّ فَلَا اُبَالِی، غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَکَ اَوْسَعُ لِی، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَضَآئَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَاَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ بِهٖ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ یَنْزِلَ بِیْ غَضَبُکَ وَیَحِلَّ بِیْ سَخَطُکَ وَلَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ۔‘‘

ترجمہ:.....’’اے اللہ! میں آپ ہی کے سامنے شکایت کرتا ہوں اپنی کمزوری کی اور اپنی کوتاہ تدبیری کی، اور لوگوں کی نظر میں اپنی ذِلت کی، اے ارحم الراحمین! اور تو کمزوروں کا ربّ ہے، تو مجھ کو کس کے سپرد کرے گا؟ اس دُشمن کے جو مجھ پر ٹوٹ پڑے؟ یا کسی قریبی دوست کے جس کے ہاتھ میں میرا فیصلہ ہو؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہ ہو تو مجھے کسی کی کچھ بھی پروانہیں، لیکن پھر بھی تیری طرف سے عطا ہونے والی عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے، میں تیرے چہرے کے اس نور کی، جس سے آسمان وزمین جگمگاتے ہیں، جس سے تمام تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں، اور جس کی برکت سے دُنیا و آخرت کے سارے کام بنتے ہیں، پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو، اور تیری ناراضی مجھ پر واقع ہو، تجھ کو منانا اور راضی کرنا ہے یہاں تک کہ تو راضی ہوجائے، اور تیری مدد کے بغیر نہ کچھ قوّت ہے نہ طاقت۔‘‘

(جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

بدلتے حالات میں بدلتے فضلاءِ مدارس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

درج ذیل مضمون ہندوستان کے ایک عالم دین حضرت مولانا محمد تبریز عالم حلیمی قاسمی صاحب کا ہے جو ہندوستان میں دارالعلوم حیدرآباد کے مدرس ہیں اور دارالعلوم دیوبند میں سابق معین مدرس رہے ہیں، ان کا یہ مضمون سوشل میڈیا پر چل رہا ہے۔ جو کہ مدارس کے موجودہ حالات کی منظر کشی کررہا ہے۔ کسی قدر حک واضافہ کے بعد افادۂ عام کی غرض سے اس کو ہفت روزہ ختم نبوت میں بطور اداریہ شائع کیا جارہا ہے۔

’’یہ حقیقت ہے کہ علم دین کے لیے پوری قوم میں سے صرف ایک ڈیڑھ فیصد افراد دینی مدارس کا رخ کرتے ہیں، اور ان ڈیڑھ فیصد میں سے نصف کے قریب مختلف عوامل کی وجہ سے ضائع ہوجاتے ہیں باقی نصف میں سے بمشکل دس فیصد باصلاحیت ہوتے ہیں، پھر ان میں سے بھی معدودے چند ہی صحیح الفکر، سلیم الطبع، متدین اور متقی ہوتے ہیں، یہ جو ڈیڑھ دو فیصد کی تعداد ہے، بہت کم ہے لیکن غنیمت ہے کہ ان کے ذریعہ اسلام کسی نہ کسی درجہ میں محفوظ ہے۔

یہ بھی واقعہ ہے کہ اب ہمارے یہ ڈیڑھ دو فیصد افراد واحباب کو مدارس کی دنیا پسند نہیں آرہی ہے، کبھی نظام تعلیم ان کے نشانے پر رہتا ہے تو کبھی نصاب تعلیم کی فرسودگی موضوعِ سخن ہوتی ہے، کوئی مدارس اسلامیہ کو اپنی مزعومہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے تو کوئی نصابِ مدارس پر رفتارِ زمانہ سے ہم آہنگ نہ ہونے کا الزام لگاتا ہے۔ آف لائن اور آن لائن مجلسوں اور تحریروں میں اس کی بھرمار ہے، مدارس اسلامیہ کے فضلاء کے واٹس ایپ گروپ پر اس حوالے سے سوال وجواب پھر جواب الجواب کی ایسی بہتات ہے کہ بس اللہ کی پناہ۔

پہلے تو یہ تھا کہ ہر سرسید کے لیے ایک قاسم، ہر شبلی کے لیے ایک اشرف، ہر حالی وفراہی کے لیے ایک حبیب (عثمانی) ہر سلیمان کے لیے ایک شبیر اور ہر آزاد کے لیے ایک طیب موجود رہا کرتا تھا اور مدارس اور نصاب تعلیم کے حوالے سے ان کے اعتراضات کے لیے سپر کا کام کرتا تھا، اسی لیے مدارس اور نصاب کے متعلق علی گڑھ اور ندوہ سے اٹھنے والی کسی آواز کو اہلِ حق کے یہاں کبھی اعتبار حاصل نہ ہوسکا، چنانچہ مدارس اپنی روایت کے مطابق مصروفِ عمل رہے اور کبھی کسی ترقی میں رکاوٹ کا سبب نہیں بنے۔ یہ صورت حال گزشتہ تین چار عشرے تک بالکل واضح تھی لیکن بیسویں صدی عیسوی کے آٹھویں عشرے کے اکابر واسلاف کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور جیسے اداروں سے فارغ ہونے والے فضلاء اس حوالے سے بے اطمینانی کا شکار نظر آتے ہیں اور اس کیفیتِ بے اطمینانی میں کمی کے بجائے آئے دن اضافہ ہوتا جارہا ہے، جس کا کچھ نظارہ یوپی میں مدارس کے سروے کے موقع پر نظر آیا، کیا پرائے اور کیا اپنے سب نے مدارس اور نصاب تعلیم کی ناکامی کے حوالے سے صفحات کالے کرڈالے۔ ذرا سوچیں! جب پاسبان ہی بے اطمینانی کا شکار ہونے

لگ جائیں، اپنے اسلاف کے بنائے ہوئے نصاب ونظام کے سلسلے میں گومگو میں پڑے جارہے ہوں اور جدت وتجدد پر گرے جارہے ہوں تو پھر رہزنوں کو خوف ہو تو کس کا ہو۔ ۱۹۲۵ میں سید صاحب نے جو کچھ لکھا تھا ہمارے اپنوں نے اسے سچ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ لکھتے ہیں:

’’عربی مدارس کے نصابِ تعلیم میں تغیر وتبدل اور تجدید واصلاح کا جو غلغلہ ندوہ نے آج تیس سال سے برپا کررکھا ہے، مقام شکر ہے کہ (قدیم) عربی مدارس.... زبان کی خاموشی یا انکار کے ساتھ، عملاً دل سے وہ ادھر آہستہ آہستہ آرہے ہیں۔‘‘

(معارف اپریل ۱۹۲۵۔ شذرات سلیمانی حصہ دوم ص: ۷)

آج کی صورت حال ایسی ہے کہ اب اس حوالہ سے کسی کی طرف سے نہ آواز ہ بلند کرنے کی ضرورت ہے، نہ غلغلہ برپا کرنے کی؛ بلکہ نظامِ مدارس اور نصابِ تعلیم میں تغیر وتبدل اور اصلاح کا کام اب منتسبین قاسم ہی کیے دے رہے ہیں، دورحاضر کے اکثر فارغین مدارس کے خلاف اٹھنے والی آواز کو وقت کی آواز سمجھ کر ’’چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی‘‘ کا عملی نمونہ بنے ہوئے ہیں، ایسے فارغین نفسیاتی طور پر خود سپردگی کی پوزیشن میں آچکے ہیں یعنی اگر زبان وقلم میں دفاع کی قوت نہ ہو تو مصالحت؛ بلکہ متابعت ہی بہتر ہے، سوچ کی اس تبدیلی کے بعد اپنے بھائیوں نے ایسے ایسے اقدامات، اعلانات اور بیانات کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے کہ کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے کہ مدارس کی تعلیم اور اس کی ملازمت کوئی دینی خدمت یا شرف وسعادت کی بات ہی نہیں ہے بلکہ جمود، تعطل، مجبوری، بدنامی، اور جگ ہنسائی کا ذریعہ ہے، توکل اور تعقُّل کا ایسا فقدان ہے کہ اب ایسا لگتا ہے کہ اصولِ نانوتوی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، نوبت بایں جارسید کہ ایسے فضلاء کے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا کہ فکری التباس، ذہنی مرعوبیت اور مزعومہ ترقی ہی کو اصل صداقت کہنے اور سمجھنے لگے۔ اس کا اثر یہ بھی ہوا کہ طلبہ اور بعض اساتذہ میں آزادی، غیر نصابی سرگرمیاں، اپنی شہرت سے دلچسپی اور اصل مقصود میں خلل انداز امور کی جانب رغبت بڑھتی جارہی ہے، ایسے احباب کے سامنے مدارس کے مقاصد اور مروجہ نصاب تعلیم کی افادیت سامنے رکھنا اگرچہ تکرار ہوگا لیکن بعض دفعہ تکرار مفید بھی ہوتا ہے اس لیے کچھ غم غلط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آج ہر شعبے میں مقصد سے غفلت عام بات ہے، عبادت اور اعمال صالحہ کے تمام شعبوں کا حال ناگفتہ بہ ہے، معاملات کی خرابی ہماری پہچان بن چکی ہے، معاشرت کی بربادی خواص تک کے گھرانوں تک پہنچی ہوئی ہے، اخلاق کی حقیقت ہمارے ذہنوں سے محو ہوتی جارہی ہے، سیاست کا حال اس سے بھی برا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ سیاست کا شریعت اور اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، ایسے ماحول میں اگر ہمارے ذہنوں سے مدارس کا مقصد اوجھل ہو گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں؛ کیونکہ وبائی امراض اور کرونائی دور میں صحت مند لوگ بھی کچھ نہ کچھ متاثر ہو ہی جاتے ہیں؛ لیکن سب کچھ جانتے ہوئے آنکھ بند کرلینا اور انفعالی کیفیت کا شکار ہو جانا اہلِ علم بالخصوص منتسبینِ قاسم کا شیوہ نہیں ہے۔

مقامِ افسوس ہے کہ جو مختصر طلبہ مدرسہ کا رخ کرتے ہیں ان کی بڑی تعداد ایسی ہے جنھیں فکرِ دیوبند اور اصولِ نانوتوی سے کچھ سروکار نہیں، وہ اپنے اکابر واسلاف بالخصوص بانیانِ دارالعلوم دیوبند کی تحریروں کو بالکل نہیں پڑھتے، کچھ یہی صورت حال متعدد مدارس اور ذمہ دارانِ مدارس کی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ دونوں جگہوں میں فکرِ دیوبند سے متعارف کرانے کا کوئی نظم بھی نہیں ہے، اس کی وجہ سے انفعالی کیفیت طلبہ اور ذمہ داران مدارس میں روزافزوں ہے، یہ مرعوبیت اور انفعالی کیفیت ہی کا نتیجہ ہے کہ طلبہ بارہ پندرہ سال مدارس میں پڑھنے کے باوجود خود کو پڑھا لکھا انسان نہیں سمجھتے اور متعدد ڈگریوں کے خواہاں ہوتے ہیں، انفعالی کیفیت کا دباؤ متعدد نظمائے مدارس میں بھی خوب نظر آتا

ہے، چنانچہ انھوں نے دین کے نام پر مدرسے تو قائم کیے لیکن انھیں اپنے بچوں کے روشن مستقبل کے نام پر اپنے مدرسے کی دینی تعلیم پر اطمینان نہیں ہے، چنانچہ ان کے بچے شہر کے نامور اسکول و کالج میں نظر آتے ہیں، مرعوبیت کا ہلکا عکس اساتذہ کرام میں بھی نظر آنے لگا ہے کہ نظام اور نصابِ مدارس پر سے ان کا بھی ایمان تنزلزل کا شکار ہوتا جا رہا ہے، وہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ اپنے بچوں کو مدرسہ کی تعلیم دلوائیں یا انھیں اسکول میں داخل کریں، اسی پس وپیش میں ایک نئی صورت حال یہ پیدا ہوگئی کہ ایک ہی وقت میں دونوں تعلیم دلوانے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، جبکہ عموماً ایسی جگہوں میں دینی تعلیم اور دینی ماحول مغلوب رہتا ہے، مختصر مدتی کورس اور دینی وعصری تعلیم کی جامعیت مدارس کی ترجیحات کا حصہ بنتی جا رہی ہے۔ اس لمبی تمہید اور بدلتے حالات کی مختصر تفصیل کے بعد ہم مدارس اور نصاب کا مقصد بیان کرنا چاہیں گے، اس حوالہ سے ہم نے کوشش یہ کی ہے کہ اکابر واسلاف کی عبارتیں پیش کی جائیں تاکہ سند کے ساتھ اصل مقصد سمجھنے میں سہولت ہو۔

۱۸۶۶ء میں قائم ہونے والے دارالعلوم دیوبند کے مقاصد عالیہ کو اگر ایک جملے میں ادا کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ بانیانِ دیوبند اور شارحینِ فکرِ دیوبند کے پیشِ نظر ''سوائے دین کے اور کچھ نہیں تھا'' اور دین کا مطلب ہے: احیاءِ علوم دینی، اشاعتِ سنت، تعلق مع اللہ، ذکر اللہ، اتباعِ سنت رسول اللہ، اعلاءِ کلمۃ اللہ، دعوتِ توحید وسنت اور ردِ شرک وبدعت کی ترویج کے لیے تن من دھن کی بازی لگانا۔ دیوبند کا مزاج اور موقف امامِ ربانی حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی، مولانا یعقوب نانوتوی اور حضرت تھانوی کی تحریروں سے ہی ظاہر ہوتا ہے، اس لیے ہمارے فضلاء کو ان بزرگوں کو مکمل طور پر پڑھنا چاہیے: فکرِ دیوبند کے شارح حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کو اس وقت؛ بلکہ ہر وقت جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، وہ ان کے دین کی حفاظت ہے اور دنیا کی صرف اتنے حصے کی جس کو دین کی حفاظت میں دخل ہو۔'' (امداد الفتاویٰ، ج:۶، ص:۲۳۰، تالیفات اولیاد یوبند)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''مؤسسین نے مدرسہ دیوبند کی بنیاد ایسے خلوص سے رکھی تھی کہ اب تک اس کا اثر ہے، بڑے بڑے مدرسے دیکھے مگر آخر کار کچھ بھی نہ دیکھا۔ مدرسہ دیوبند کی تعلیم کے بابت بڑے بڑے انگریزوں کی یہ تحریر ہے کہ اگر اس مدرسہ کی مذہبی تعلیم میں دنیاوی تعلیم شامل کی گئی تو اس کا مذہبی خالص رنگ باقی نہ رہے گا جو اس مدرسہ کا مایۂ ناز ہے۔'' (ملفوظات حکیم الامت، ج:۱۸، ص:۲۳۳، تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۴۲۰ھ)

حضرت تھانوی فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے جلسۂ دستار بندی میں یہ مضمون فرمایا کہ اکثر لوگوں کو اس مدرسہ کی حالت دیکھ کر خیال ہوگا کہ یہاں علومِ معاش کا کچھ انتظام نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مدرسہ اس لیے ہے ہی نہیں، نہ ہم نے دعویٰ کیا کہ تمام علوم کی تعلیم ہوگی، یہ تو صرف ان کے لیے ہے جن کو فکرِ آخرت نے دیوانہ بنایا ہے۔'' (حسن العزیز، ج:۲، ص:۱۳۹)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''مدرسہ اپنے بزرگوں کے مسلک پر رہے..... اگر یہ بات مدرسہ میں سے جاتی رہی تو ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ جب اپنے بزرگوں کے طرز کو چھوڑ دیا تو پھر نور کہاں، برکت کہاں؟'' (ملفوظ، ج:۱، ص:۲۳۸)

جس زمانے میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے فرزند اور حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے والد محترم مولانا حافظ محمد احمدؒ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ صدر مدرس تھے، حافظ صاحبؒ کو اس وقت کی امیر ترین مسلم ریاست حیدرآباد کے نواب نے دعوت دی اور حیدرآباد کے دورے کے موقع پر ان سے کہا کہ دارالعلوم دیوبند کے چند فضلاء کو انہوں نے بعض ریاستی محکموں میں ملازم رکھا ہے اور وہ اہلیت وکارکردگی دونوں میں دوسرے سرکاری ملازمین سے بہتر ثابت ہوئے ہیں، اس لیے ان کی خواہش ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے ہر

سال جتنے علماء فارغ ہوں وہ ان کے پاس بھیج دیے جائیں، وہ اس کے عوض دارالعلوم کے سالانہ اخراجات ادا کرنے کے لیے تیار ہیں، البتہ سرکاری ملازمت کی ضرورت کے مطابق دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں چند تبدیلیاں کردی جائیں تاکہ جو تھوڑی بہت کمی نظر آتی ہے وہ دور ہو جائے۔ مولانا حافظ محمد احمدؒ نے نواب حیدرآباد سے کہا کہ وہ واپس جا کر حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے مشورہ کے بعد حتمی جواب دیں گے۔ چنانچہ دیوبند واپس پہنچ کر انہوں نے ساری بات حضرت شیخ الہندؒ کو بتادی۔ بظاہر یہ پیشکش بہت معقول تھی کہ اس سے دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کے روزگار کا مسئلہ بھی حل ہورہا تھا اور دارالعلوم کے سالانہ اخراجات جمع کرنے کے جھنجھٹ سے بھی نجات مل رہی تھی مگر حضرت شیخ الہندؒ نے مہتمم صاحب سے کہا کہ ہمارے سرپرست حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ موجود ہیں، آپ ان کی خدمت میں جا کر ساری بات بتادیں وہ جو ارشاد فرمائیں گے ہم اسی پر عمل کریں گے۔ مولانا حافظ محمد احمدؒ گنگوہ چلے گئے اور حضرت گنگوہیؒ کو نواب حیدرآباد کی پیشکش سے آگاہ کیا، اس کے جواب میں حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ ”بھائی ہم نے یہ مدرسہ حیدرآباد کی ریاست چلانے کے لیے نہیں بنایا بلکہ مسلمانوں کی مسجدیں اور مدرسے آباد رکھنے کے لیے بنایا ہے تاکہ عام مسلمانوں کو مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے امام اور قرآن کریم پڑھانے کے لیے حافظ ملتے رہیں، اس لیے نواب حیدرآباد کی ریاست جائے بھاڑ میں ہم اس کی خاطر اپنے کام کا رخ تبدیل نہیں کرسکتے۔“

(روزنامہ اوصاف، اسلام آباد، تاریخ اشاعت ۳؍نومبر ۱۹۹۳ء)

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں کہ: ”اس وقت بنیادی نقطۂ نظر یہ قرار پایا کہ مسلمانوں کے دینی شعور کو بیدار رکھنے اور ان کی ملی شیرازہ بندی کے لیے ایک دینی و علمی درسگاہ کا قیام ناگزیر ہے۔ چنانچہ طے ہوا کہ اب دہلی کی بجائے دیوبند میں یہ دینی درسگاہ قائم ہونی چاہیے۔“

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج1 ص:169، المیزان، لاہور، 2005ء)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو جب بتایا گیا کہ دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے تو اس پر آپ نے فرمایا کہ: ”سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں، اوقات سحر میں سربسجود ہوکر گڑگڑاتی رہیں کہ خداوندا! ہندوستان میں بقاءِ اسلام اور تحفظِ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر۔ یہ مدرسہ ان ہی سحرگاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔“ (سوانح قاسمی، ج2، ص223، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

دارالعلوم دیوبند کا ترجمان ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں ہے: ”اس بات کی وضاحت بارہا کی جاچکی ہے کہ ہماری دینی درس گاہوں کا اصل موضوع کتاب وسنت اور ان سے ماخوذ علوم وفنون ہیں، انھیں کی افہام وتفہیم، تعلیم وتعلّم، توضیح وتشریح، تعمیل واتباع اور تبلیغ ودعوت اور ایسے رجال کار پیدا کرنا ہے، جو اس تسلسل کو قائم وجاری رکھ سکیں بس یہی ان مدارس کا مقصود اصلی ہے۔

ماضی قریب میں ان تعلیم گاہوں نے اس عظیم امانت کی حفاظت اور اس قابل صد فخر وراثت کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے، وہ ہماری علمی وثقافتی تاریخ کا ایک زریں باب ہے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف اپنے وپرائے سبھی کرتے ہیں اور آج کے انتشار پذیر اور مادی فروغ کے دور میں بھی یہ اسلامی مدارس اپنے وسائل وذرائع کے مطابق اسی منہاج پر مصروفِ عمل ہیں اور ملت اسلامیہ کی اولین واہم ترین بنیادی ضرورت کی کفالت کررہے ہیں۔ اس سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کفروشرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے اور مذہب بیزاری کے اس ماحول میں اسلامی تہذیب وثقافت اور دینی رسوم وعبادت کے جو روشن آثار ہمارے ملک میں نظر آرہے ہیں وہ انھیں دینی درس گاہوں کی خدمات کا ثمرہ ہے۔“ (ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ3، جلد:98، جمادی الاولی 1435ھ، مطابق مارچ 2014ء)

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

شعبان المعظم

عظمتوں والا مہینہ

مولانا احمد عبید اللہ یاسر قاسمی

شعبان یہ وہی قابلِ قدر مہینہ ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہینہ قرار دیا ہے شَعْبَانُ شَهْرِیْ وَ رَمَضَانُ شَهْرُ اللّٰہِ یعنی شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، یہ وہی قابلِ احترام مہینہ ہے کہ جب رجب المرجب کا چاند نظر آتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

’’اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔‘‘

(مشکوٰۃ المصابیح،1396)

ترجمہ: ’’اِلٰہی! رجب اور شعبان میں ہمیں برکت دے اور ہم کو خیریت کے ساتھ رمضان تک پہنچا دے۔‘‘

یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دیرینہ تمنا پوری ہوئی اور تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا، تیمم سے متعلق احکام کا نزول اسی مہینے میں ہوا، تاریخ اسلام کا عظیم غزوہ غزوۂ بنو المصطلق اسی ماہ میں پیش آیا، اسی مہینے میں آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام نے حضرت حفصہؓ اور جویریہؓ سے نکاح فرمایا، چنانچہ اسلامی سال کا یہ آٹھواں مہینہ اپنی رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں کے اعتبار سے مہتم بالشان اور ماہ رمضان کے لئے پیش خیمہ ہوتا ہے اس مہینہ میں رمضان المبارک کے استقبال، اس کے سایہ فگن ہونے سے قبل ہی اس کی مکمل تیاری اور مختلف ضروری امور سے یکسوئی کا بھرپور موقع ملتا ہے۔

ماہ شعبان کی اہمیت وفضیلت:

اس مہینے کی عظمت واہمیت اتنی ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ میں رمضان کی تیاری کی ترغیب دی ہے چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

’’خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ مُبَارَكٌ۔‘‘ (صحیح ابن خزیمہ)

یہ مہینہ وہ مہینہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اِس کثرت سے روزے رکھتے تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کوگمان ہوتا کہ آپ کبھی ترک نہیں کریں گے چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

’’اَحَبُّ الشَّھْرِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَن يَّصُوْمُ شَعْبَانَ يَصِلُه بِرَمَضَانَ۔‘‘

(کنزالعمال رقم الحدیث ٢٦٥٨٦)

ترجمہ: ’’حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ شعبان کے روزے رکھتے رکھتے رمضان سے ملادیں۔‘‘

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

’’مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَصُوْمُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَ رَمَضَانَ۔‘‘ (ترمذی شریف ا/١٥٥)

ترجمہ: ’’میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوشعبان اور رمضان کے سوا متواتر دو مہینے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔‘‘

شب برأت کا وقوع:

نیز اس ماہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس ماہ میں پندرہویں شب بھی ہے جس میں مغفرت عام ہوتی ہے جس کا تعامل صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے دور سے منقول ہے۔

کثرتِ صوم شعبان کی تین حکمتیں

تعظیم رمضان اور روزوں کی تیاری:

اس ماہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان المبارک کی عظمت واہمیت اور اس کے روزوں کی تیاری، اور ماہ رمضان میں اللہ کا قرب اور رمضان کے خاص انوار و برکات کے حصول اور ان سے مزید مناسبت پیدا کرنے کے لیے کثرت کے ساتھ نفلی روزے رکھنے کا حکم فرمایا چنانچہ شعبان کے ان روزوں کو رمضان کے

روزوں سے وہی نسبت حاصل ہے جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ: ’’اَیُّ الصَّوْمِ افضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ قَالَ شعبانُ لِتَعْظِیْمِ رمضَانَ۔‘‘ ترجمہ: رمضان المبارک کے بعد افضل روزہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: رمضان کی تعظیم کے لیے شعبان کا روزہ، الخ۔

(ترمذی شریف ۱/۱۴۴)

بندوں کے اعمال کی، اللہ تعالیٰ کی طرف پیشی:

اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ’’عن أسامة بن زيد رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: شَعْبَانُ بَيْنَ رَجَبٍ وَ شَهْرِ رَمَضَانَ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ يُرْفَعُ فِيْهِ اَعْمَالُ فَاُحِبُّ اَنْ لَّا يُشْعبان۔‘‘ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ۳۸۲۰)

’’شعبان رجب اور رمضان کے درمیان واقع ہوا ہے لوگ اِس سے غفلت برتتے ہیں مگر یہی مہینہ ہے جس میں بندوں کے اَعمال حضرتِ حق جل مجدہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، میری تمنا ہے کہ میرے اَعمال جب پیش کیے جائیں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔‘‘

ملک الموت کو مرنے والوں کی فہرست دی جاتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ تمام مہینہ روزے کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: ’’اِنَّ اللّٰہَ یَکْتُبُ فِیْہِ مَیِّتَۃً تَھْلِكُ السَّنَۃَ وَاُحِبُّ اَنْ یَّأْتِیَنِیْ اَجَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ۔‘‘ (مسند ابو یعلی، رقم الحدیث ۴۹۱۱)

ترجمہ: ’’اِس مہینہ میں اُن لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جو اس سال مرنے والے ہوتے ہیں پس مرا جی چاہتا ہے اگر اِسی سلسلہ میں میری اَجل بھی آنے والی ہو تو میں خدا کی بہترین عبادت روزے میں مشغول ہوں۔‘‘

ماہ شعبان کا پیغام:

ماہِ شعبان کی فضیلت واہمیت اور اس میں زیادہ سے زیادہ روزہ رکھنے کے متعلق امت مسلمہ متفق ہے۔ شعبان کے مہینے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل رہا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اکٹھا کرتے اور خطبہ دیتے جس میں انہیں رمضان کے فضائل و مسائل بیان کرتے، رمضان کی عظمت واہمیت کے پیش نظر اس کی تیاری کے سلسلے میں توجہ دلاتے۔ اسی لئے ہم ماہ مبارک کی آمد سے پہلے پہلے اس کے مقام، اس کی عظمت، اس کی فضیلت، اس کے مقصد اور اس کے پیغام کو اپنے ذہن میں تازہ کریں، ماہ شعبان رب کی عطا کا مہینہ ہے، گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ کرکے رب کی بارگاہ میں واپس آنے کا یہ صحیح ترین وقت ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت، صوم وصلوۃ کی پابندی کریں، اذکار و واوراد کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار اور دعاؤں کا خاص اہتمام کریں اور اس بات کا پختہ ارادہ کریں کہ ہم اس ماہ مبارک میں اپنے اندر تقویٰ کی صفت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جو روزہ کا مقصد ہے، اگر ہم اس ماہ کی قدر دانی کرتے ہیں اور رب عظیم کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہیں اور ظلم وستم سے بچنے، حقوق اللہ و حقوق العباد کی پاسداری کرنے کا عزم رکھتے ہیں تو انشاء اللہ! ماہ رمضان کا ہم صحیح طریقے پر استقبال کرپائیں گے اور اس کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھاسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس ماہ کی قدردانی کی توفیق مرحمت فرمائے اور رمضان المبارک میں ہمیں اپنے اعمال کے ساتھ مساجد میں جمع فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔ ✪

بقیہ: ...... اداریہ

ان گزارشات اور حقائق کے بعد اخیر میں عرض یہ کہ مدارس اسلامیہ میں جو خامیاں اور کمیاں در آئی ہیں انھیں دور کرنے کی بھرپور کوشش کرنا مدارس کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے ناگزیر ہے، مالیاتی نظام، تربیتی نظام، چندہ اور کمیشن میں احتیاط، زکات کا صحیح استعمال اور اساتذہ وطلبہ کی بنیادی سہولیات: ایسے متعدد امور محتاجِ اصلاح ہیں۔ اے کاش! ہم: طلبہ، فضلاء اور اربابِ انتظام ہم اپنا قبلہ درست کرلیتے اور یہ یقین کرلیتے کہ روشنی کی امید مغرب کے سیاہ افق کے بجائے، مشرق کے سپیدۂ سحر ہی سے کرنی چاہیے۔‘‘

اللہ تعالیٰ تمام اہل مدارس کے علماء وطلبہ کو ان باتوں پر غوروفکر کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی

"صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحابة"

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہئے جو وفات پا چکے ہیں، اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنہ میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے، وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری تھی۔ وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق و سیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لئے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔" (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر) مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

وہ صحابی جلیل القدر جن کی زندگی کی چند جھلکیاں ہم اس وقت پیش کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا بہت گہرا اور مضبوط رشتہ تھا، وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دعوت دین کے اولین مرحلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بھائی تھے، ان کی والدہ محترمہ امیمہ بنت عبدالمطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی تھے، ان کی ہمشیرہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور امہات المومنین میں سے تھیں، وہ پہلے شخص تھے جن کو اسلام میں کسی فوجی مہم کی قیادت سونپی گئی، ان سب کے علاوہ وہ پہلے آدمی جن کو امیرالمومنین کے لقب سے پکارا گیا وہ بزرگ اور محترم صحابی جناب عبد اللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے قبل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، ان کا شمار سابقین اولین میں ہوتا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی اذیت رسانیوں سے بچنے کے لئے اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت مدینہ کی اجازت مرحمت فرمائی تو قافلہ مہاجرین میں صرف ایک شخص ان سے آگے تھا، ان سے پہلے اس شرف کی طرف سوائے جناب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے کسی اور نے سبقت نہیں کی تھی۔

اللہ کے لئے ہجرت کرنا اور اس کی راہ میں گھر بار اور اہل وعیال سے جدائی اختیار کرنا جناب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی نیا تجربہ نہ تھا۔ اس سے پہلے وہ اور ان کے گھرانے کے کچھ لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے لیکن اب کی بار ان کی ہجرت نہایت کامل اور وسیع ہجرت تھی، اس بار ان کے اہل وعیال، ان کے متعلقین اور اہل خاندان سب نے ہجرت میں ان کا ساتھ دیا، ان میں سے مرد، عورتیں، بچے، بچیاں اور بوڑھے، جوان سبھی ان کے شریک سفر تھے کیوں کہ ان کا گھر اسلام کا گھر اور ان کا خاندان ایمان کا خاندان تھا۔

جب یہ لوگ مکہ چھوڑ کر نکل گئے تو ان کے مکانات رنج و ملال اور حزن و افسردگی کی تصویر پیش کر رہے تھے۔ ان کے اوپر اس طرح ویرانی اور اداسی مسلط ہوگئی اور زندگی کی رونق اور چہل پہل کے آثار اس طرح وہاں سے مٹ گئے جیسے پہلے وہاں کوئی رہتا ہی نہ تھا، جناب عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خانہ کو ہجرت کئے ہوئے ابھی تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ ایک دن سرداران قریش یہ معلوم کرنے کے لئے مکہ کے محلوں اور آبادیوں میں گشت کرنے نکلے کہ مسلمانوں میں سے کون کون سے لوگ مکہ چھوڑ کر جا چکے ہیں اور کون سے لوگ ابھی تک یہاں سکونت پذیر ہیں، ان گشت کرنے والوں میں ابوجہل بھی تھا اور عتبہ بن ربیعہ بھی۔ عتبہ بن ربیعہ نے دیکھا کہ بنو جحش کے مکانات میں گرد و غبار اڑاتی ہوئی ہوائیں نوحہ کرتی پھر رہی ہیں اور ان کے دروازوں کے کھلے ہوئے پٹ آپس میں

ٹکراٹکرا کر بڑی بھیانک آواز پیدا کر رہے ہیں۔

یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ بنوجحش کے مکانات ویران ہوگئے ہیں اور یہ اپنے مکینوں کے فراق میں رورہے ہیں، یہ سن کر ابوجہل نے کہا کہ یہ کیسے لوگ تھے کہ ان کی جدائی کے صدمے سے ان کے مکانات تک رورہے ہیں؟ پھر ابوجہل نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے مکان پر قبضہ کرلیا اور اس پر اور اس میں باقی ماندہ سامان و اسباب پر مالکانہ طور پر تصرف کرنے لگا، جب اپنے مکان پر ابوجہل کے قبضے کی خبر جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”عبداللہ! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں تم کو جنت میں مکان عطا فرمائے؟“ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس پر راضی ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم کو اس کے بدلہ میں جنت میں اس سے عمدہ اور عالیشان مکان ملے گا۔“ یہ سن کر ان کا جی خوش ہوگیا اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

جناب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اپنی دونوں ہجرتوں کی مشقتیں جھیلنے کے بعد ابھی مدینہ میں قرار و سکون کی دو گھڑیاں بھی نہیں گزار پائے تھے کہ قریش مکہ کے ہاتھوں دکھ اور اذیت برداشت کرنے کے بعد ابھی انصار مدینہ کے زیر سایہ اور ان کے حفظ و امان میں رہ کر وہ سکھ چین کے چند لمحات بھی نہیں بِتا سکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نے انہیں ان کی زندگی کی سب سے کڑی آزمائش اور ان کے اسلام لانے کے بعد کے سب سے تلخ تجربے سے دوچار کردیا۔

ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی اولین فوجی مہم کے لئے آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جن میں حضرت عبداللہ بن جحش اور جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے طلب فرمایا اور کہا کہ میں تمہارا امیر اس شخص کو مقرر کروں گا جو بھوک پیاس کی شدت سب سے زیادہ برداشت کرسکتا ہو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستے کی قیادت حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی اس طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان تھے جن کو مسلمانوں کے کسی فوجی دستے کی قیادت سونپی گئی۔

روانگی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے سمت سفر کا تعین فرمایا اور ایک خط ان کے حوالے کرتے ہوئے یہ ہدایت کی کہ دو دن کی مسافت طے کرنے سے پہلے اس کو نہ پڑھیں۔ حسب ہدایت جب انہوں نے اس خط کو کھولا تو اس میں یہ ہدایت درج تھی:

”میرے اس خط کو پڑھنے کے بعد آگے بڑھ کر طائف اور مکہ کے درمیان ”نخلہ“ کے مقام پر پڑاؤ ڈالو اور وہاں ٹھہر کر قریش کی ٹوہ لگاؤ اور ان کے حالات سے واقفیت حاصل کرو۔“

جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مقام نخلہ پہنچ کر وہاں خفیہ طور پر قریش پر نظر رکھوں اور ان کے حالات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کروں انہوں نے مجھے تم میں سے کسی کو زبردستی اپنے ساتھ لے جانے سے منع فرمایا ہے اس لئے تم میں سے جو شہادت کا طالب اور اس کا آرزومند ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جس کا جی چاہے بلا خوف ملامت واپس چلا جائے۔ لیکن سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو بسر و چشم قبول کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جہاں جانے کا حکم دیا ہے چلئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔

وہ لوگ وہاں سے آگے بڑھے اور نخلہ کے مقام پر پہنچ کر قریش کے حالات معلوم کرنے کے لئے مختلف راستوں پر چکر لگانے لگے اس تلاش و جستجو کے دوران ان کی نظر دور سے آتے ہوئے قریش کے ایک تجارتی قافلے پر پڑی جو چار آدمیوں عمرو بن حضرمی، عمر بن کیسان، عثمان ابن عبداللہ اور اس کے بھائی مغیرہ بن عبداللہ پر مشتمل تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ قریش کا سامان تجارت تھا جس میں کھال اور کشمش وغیرہ وہ چیزیں تھیں جن کی وہ تجارت کرتے تھے۔

وہ تاریخ ماہ حرام (رجب) کی آخری تاریخ تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں اس بات پر مشورہ کیا کہ قافلے کے ساتھ کون سا طرز عمل اختیار کیا جائے؟ اگر ہم انہیں قتل کرتے ہیں تو ماہ حرام میں جنگ و خونریزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ماہ حرام کی حرمت پامال ہوگی اور ہم اہل عرب کی ناراضی اور ان کی ملامت کا ہدف بن جائیں گے اور اگر انہیں آج کی تاریخ گزرنے تک مہلت دے دیں تو یہ حدود حرم میں داخل ہوکر ہماری پہنچ سے باہر ہوجائیں گے اور خود کو ہماری گرفت سے محفوظ کرلیں گے۔ وہ دیر تک اس مسئلے پر غور و فکر کرتے رہے۔ آخر کار وہ ان کے اوپر حملہ کرنے، انہیں قتل کرنے اور ان کے

مال و اسباب کو بطور غنیمت لے لینے پر متفق الرائے ہوگئے اور پھر....تھوڑی دیر میں وہ ان میں سے ایک کو قتل اور دو کو گرفتار کر چکے تھے۔ البتہ چوتھا شخص بھاگ کر اپنی جان بچا لینے میں کامیاب ہوگیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دونوں اسیروں اور سامان تجارت سے لدے ہوئے اونٹوں کو لئے ہوئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کارروائی سے آگاہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ان سے کہا:

’’اللہ کی قسم! میں نے تمہیں جنگ کی اجازت نہیں دی تھی، میں نے تو تم کو صرف قریش کے حالات معلوم کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ ان کی نقل وحرکت پر خفیہ طور پر نظر رکھو۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا بلکہ ان کے معاملے کو فی الحال ملتوی کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت سے بھی اعراض فرمایا اور اس میں سے کچھ نہیں لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرز عمل سے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو سخت صدمہ پہنچا اور انہیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو کر مکمل طور پر تباہی و بربادی کا سامنا کر رہے ہیں۔ مزید برآں ان پر یہ بات بھی شاق گزری کہ ان کے مسلمان بھائی انہیں ملامت کرنے لگے۔ جب بھی ان کا گزر مسلمانوں کی کسی ٹولی کی طرف سے ہوتا وہ یہ کہتے ہوئے ان کی طرف سے منہ پھیر لیتے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے، اور انہیں اس وقت اور زیادہ صدمہ پہنچا جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی کہ قریش نے ان کی اس حرکت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے اور ان کو قبائل میں بدنام کرنے کا ایک ذریعہ بنالیا ہے۔ مشرکین مکہ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرتے پھر رہے تھے کہ ’’محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حرام مہینے کو حلال کر لیا اس میں خونریزی کی، مال لوٹا اور آدمیوں کو گرفتار کیا۔‘‘ پھر نہ پوچھئے کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو اپنی اس بے پروائی پر کتنا گہرا رنج اور صدمہ ہوا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی شرمندگی اور ندامت لاحق ہوئی کیونکہ ان کی اس کارروائی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ذہنی کوفت و اذیت میں مبتلا ہوگئے تھے۔

جب ان لوگوں کی بے چینی اور پریشانی حد سے متجاوز اور ان کی قوت برداشت سے باہر ہوگئی تو اچانک ایک شخص نے آکر انہیں یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور اس نے اس سلسلے میں اپنے نبی پر قرآن نازل کیا ہے یہ سن کر انہیں ناقابل بیان مسرت حاصل ہوئی لوگ قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہوئے انہیں خوش خبری سناتے انہیں مبارک باد دیتے اور ان کے ساتھ معانقہ کرتے:

’’يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔‘‘ (البقرۃ:۲۱۷)

ترجمہ: ’’لوگ پوچھتے ہیں کہ ماہ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ کہو کہ اس میں لڑنا بہت برا ہے مگر اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام کا راستہ اللہ پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی برا ہے اور فتنہ تو خون ریزی سے شدید تر ہے۔‘‘

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جی خوش ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کا مال قبول کر لیا اور دونوں قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا فرما دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء سے بھی راضی ہوگئے کیونکہ ان کا یہ غزوہ مسلمانوں کی زندگی میں ایک بہت بڑے اور عظیم واقعے کی حیثیت رکھتا تھا اس غزوہ میں حاصل ہونے والا مال غنیمت اسلام میں سب سے پہلا مال غنیمت تھا اس میں قتل ہونے والا شخص پہلا مشرک تھا جس کا خون مسلمانوں نے بہایا۔ اس میں گرفتار ہونے والے قیدی پہلے قیدی تھے جو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، اس کا جھنڈا پہلا جھنڈا تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے باندھا اور اس کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جن کو امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا، پھر بدر کا معرکہ پیش آیا، اس میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے شجاعت و مردانگی کے وہ جوہر دکھائے جوان کے ایمان کے شایان شان تھے، پھر غزوہ احد پیش آیا، جس میں حضرت عبداللہ رضی

اللہ عنہ اور ان کے دوست حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مابین ایک یادگار اور ناقابل فراموش واقعہ پیش آیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے دوست کے واقعے کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”غزوہ احد کے موقع پر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور بولے: کیا تم اللہ تعالی سے دعا نہیں کرو گے؟“ میں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ پھر ہم دونوں ایک طرف خلوت میں چلے گئے اور میں نے دعا کی: ”اے میرے رب! جب دشمن سے میری مڈبھیڑ ہو تو میرا مقابلہ کسی ایسے شخص سے کرانا جس کی گرفت نہایت سخت اور جس کا غیظ غضب انتہائی شدید ہو۔ میں اس سے لڑوں وہ مجھ سے لڑے پھر تو مجھے اس کے اوپر غلبہ و کامرانی عطا فرما، حتی کہ میں اسے قتل کر کے اس کے اسلحے کو اپنے قبضے میں کرلوں۔“

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے میری اس دعا پر آمین کہی، پھر انہوں نے دعا کی: ”اے اللہ! میدان جنگ میں میرا مقابلہ ایسے شخص سے کرانا جو انتہائی غضبناک اور سخت گیر ہو، میں تیری راہ میں اس سے جنگ کروں اور وہ مجھ سے لڑے پھر وہ میرے اوپر غالب آجائے اور میری ناک اور میرے کان کاٹ لے اور جب قیامت کے دن میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو مجھ سے پوچھے کہ اے میرے بندے! تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں کہوں یا اللہ تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں اور تو کہے کہ تو نے سچ کہا۔“

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے اچھی تھی۔ میں نے دن کے آخری حصے میں دیکھا کہ انہیں قتل کر کے ان کا مثلہ کر دیا گیا ہے اور ان کی ناک اور کانوں کو ایک دھاگے کے ذریعہ سے درخت پر لٹکا دیا گیا ہے۔

اللہ تعالی نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور انہیں شہادت کی نعمت سے نواز جیسا کہ ان کے ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو نوازا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس آنسو ان کی قبر کو تر کر رہے تھے جو شہادت کی خوشبو سے معطر ہو رہی تھی۔ ✪✪

جناب محمد قاسم ربانی کی رحلت!

جامع مسجد فاروقیہ پونے سات لطیف آباد حیدرآباد کے خطیب و بانی مولانا منظور الحقؒ فاروقی تھے جو بنیادی طور پر لاوہ میانوالی کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ ایک عرصہ تک حیدرآباد مجلس کے ناظم اعلیٰ رہے اور انہوں نے حیدرآباد میں مجلس کے مشن کو زندہ کئے رکھا۔ ان کا انتقال ۴/مئی ۲۰۱۸ء کو ہوا۔ انہیں کے زمانہ سے ان کی مسجد کے خادم و موذن جناب محمد قاسم ربانی تھے، جو ۱۹۷۸ء سے ۲۰۱۹ء تک جامع مسجد فاروقیہ کے خادم و موذن رہے۔ جہاں موصوف مسجد کی خدمت کرتے تھے، وہاں وہ اپنے علاقہ میں مجلس کے بھی خادم تھے۔ عیدالاضحیٰ کے دنوں میں مجلس کے لئے قربانی کی کھالیں جمع کرتے۔ مولانا نذیر احمد خانؒ، مولانا محمد نذر عثمانی، مولانا توصیف احمد اور اب مولانا محمد ابرار شریف کے ساتھ مل کر رمضان المبارک میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے فنڈز کے لئے بھی لوگوں کو متوجہ کرتے اور انہوں نے یہ سلسلہ مولانا منظور الحقؒ کی وفات کے بعد بھی جاری رکھا۔ ان کی عمر ۶۹ سال ہوگی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ان کی پیدائش بھی جمعہ کے روز ہوئی اور وفات بھی جمعہ کے روز ہوئی۔ چونکہ بلڈ پریشر کے مریض چلے آرہے تھے، وفات کے دن دیر تک درود شریف اور اللہ، اللہ کرتے رہے۔ ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد طاہر فرماتے ہیں جب میں نے ان پر وفات کے اثرات مرتب ہوتے دیکھے تو میں نے بھی بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کر دیا اور وہ بھی اللہ، اللہ اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے، اس دنیا سے ۱۸/نومبر ۲۰۲۲ء کو رخصت ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حسن اتفاق عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مبلغ مولانا مفتی محمد راشد مدنی سلمہ حیدرآباد کے تبلیغی دورہ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں سیکڑوں سے متجاوز حضرات نے شرکت کی اور انہیں بامن شاہ قبرستان حیدرآباد میں سپرد خاک کیا گیا۔ انہوں نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔ راقم نے ۱۵/دسمبر ۲۰۲۲ء کو مولانا محمد ابرار شریف کی معیت میں عصر کی نماز کے بعد تعزیتی کلمات اور دعائے مغفرت کرائی۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

شہیدِ کربلا نواسۂ رسول

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

مولانا ندیم احمد انصاری

حضرت حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن ابوعبداللہ القرشی الہاشمی، کربلا میں شہید ہونے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بیٹے اور دنیا میں آپ کا پھولوں کا گلدستہ ہیں۔ حضرت حسینؓ 5/شعبان المعظم 4 ہجری کو پیدا ہوئے اور محرم 61 ہجری کی دس تاریخ کو بروز جمعہ شہید کیے گئے اور آپ کی عمر 54 سال، ساڑھے چھ ماہ تھی۔ (البدایہ والنہایہ: 8/310، اسد الغابۃ: 2/568)

آپؓ کی ولادت کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود آپؓ کو شہد چٹایا اور آپ کے دھنِ پاک کو اپنی زبانِ بابرکت سے تر کیا، آپؓ کو دعائیں دیں اور ''حسین'' نام رکھا۔ (المرتضیٰ: 358)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازخود نومولود بچے کو منگا کر آپؓ کے کانوں میں اذان دی، اس طرح گویا پہلی مرتبہ خود زبانِ وحی والہام نے اس بچے کے کانوں میں توحیدِ الٰہی کا صور پھونکا، پھر فاطمہ زہراؓ کو عقیقہ کرنے اور بچے کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔ (سیر الصحابہ: 6/147)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین میری دنیا کی بہار ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حسین میرے ہیں اور میں حسین کا ہوں، اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوست رکھے، جو حسین کو دوست رکھے۔ حسین ایک سبط ہیں اسباط سے۔ (اسد الغابۃ: 2/569)

حضرت واثلہ بن اسقعؓ نے فرمایا کہ ایک دن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور، امِ سلمہؓ کے مکان پر حاضر ہوا، اتنے میں حضرت حسنؓ تشریف لائے، انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے زانو پر بٹھالیا اور پیار کیا، پھر حضرت حسینؓ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے بائیں زانو پر بٹھالیا اور پیار کیا، پھر حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں تو انھیں آپ نے اپنے سامنے بٹھالیا، پھر حضرت علیؓ کو بلایا اور سورۂ احزاب کی آیت: 33 تلاوت فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ: ''اے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) اہلِ بیت! اللہ تعالیٰ یہی چاہتے ہیں کہ تم سے ناپاکی کو دور کردیں اور تمھیں خوب پاک کردیں۔'' (اسد الغابۃ: 2/570)

عہدِ نبوی میں:

حضرت حسینؓ کے بچپن کے حالات میں صرف ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار ومحبت کے واقعات ملتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ غیر معمولی شفقت فرماتے تھے۔ تقریباً روزانہ حسنین کو دیکھنے کے لیے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور دونوں کو بلا کر پیار کرتے اور کھلاتے۔ دونوں بچے آپ سے بے حد مانوس اور شوخ تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شوخی پر تنبیہ نہیں فرمائی بلکہ ان کی شوخیاں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ (سیر الصحابہ: 8/147)

عہدِ صدیقی وفاروقی میں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہدِ خلافت میں بھی حضرت حسینؓ صغیر السن تھے البتہ آخری عہد میں سنِ شعور کو پہنچ چکے تھے لیکن اس عہد کی مہمات میں ان کا نام نظر نہیں آتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسینؓ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور قرابتِ رسول کا خاص لحاظ رکھتے تھے، چناں چہ جب بدری صحابہؓ کے لڑکوں کا دو دو ہزار وظیفہ مقرر کیا تو حضرت حسینؓ کا محض قرابتِ رسول کے لحاظ سے پانچ ہزار ماہوار مقرر کیا گیا۔ آپؓ کسی چیز میں بھی حضرت حسینؓ کی ذاتِ گرامی کو نظر انداز نہ ہونے دیتے تھے، ایک مرتبہ

یمن سے بہت سے حُلّے آئے، وہ حضرت عمرؓ نے تمام صحابہؓ میں تقسیم کر دیے۔ آپؓ روضۂ اطہر اور منبرِ نبوی کے درمیان تشریف فرما تھے، لوگ ان حلوں کو پہن پہن کر شکریے کے طور پر آ کر سلام کرتے تھے، اسی دوران حضرت حسنؓ و حسینؓ، حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکلے، آپ کا گھر حجرۂ مسجد کے درمیان تھا، حضرت عمرؓ کی نظر ان دونوں پر پڑی تو ان کے جسموں پر حلے نظر نہ آئے، یہ دیکھ کر آپ کو تکلیف پہنچی اور لوگوں سے فرمایا: مجھے تمھیں حلے پہنا کر کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ انھوں نے پوچھا: امیر المؤمنین! ایسا کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ ان دونوں لڑکوں کے جسم ان حلوں سے خالی ہیں۔ اس کے بعد فوراً حاکمِ یمن کو حکم بھیجا کہ جلد سے جلد دو حلے بھیجو اور حلے منگوا کر دونوں بھائیوں کو پہنانے کے بعد فرمایا: اب مجھے خوشی ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ پہلے حلے حضرت حسنؓ و حسینؓ کے لائق نہ تھے۔

(سیر الصحابہ:8/147-148)

حضرت عمرؓ حضرات حسنینؓ کو اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ، جو عمر وغیرہ میں ان دونوں سے بھی فائق تھے، زیادہ مانتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؓ منبرِ نبوی پر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسینؓ آئے اور منبر پر چڑھ کر کہا: ”میرے ابا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے منبر سے اترو اور اپنے ابا کے منبر پر جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے اس طفلانہ شوخی پر فرمایا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر ہی نہ تھا اور انھیں اپنے پاس بٹھالیا۔“ خطبہ تمام کرنے کے بعد انھیں اپنے ساتھ گھر لے گئے، راستے میں پوچھا کہ یہ تم کو کس نے سکھایا تھا؟ بولے واللہ! کسی نے نہیں، پھر فرمایا: گاہ بگاہ میرے پاس آیا کرو۔ چناں چہ اس ارشاد کے مطابق ایک مرتبہ حضرت حسینؓ ان کے پاس گئے، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کر رہے تھے اور ابن عمرؓ دروازے پر کھڑے تھے۔ حسینؓ بھی ان ہی کے پاس کھڑے ہو گئے اور بغیر ملے ہوئے ان ہی کے ساتھ واپس چلے گئے۔ بعد میں جب حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو آپؓ نے پوچھا تم آئے کیوں نہیں؟ انھوں جواب دیا: امیر المومنین! میں حاضر ہوا تھا، مگر آپؓ حضرت معاویہؓ سے گفتگو میں مشغول تھے، اس لیے حضرت عبداللہؓ کے ساتھ کھڑا رہا، پھر انھیں کے ساتھ لوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم کو ان کا ساتھ دینے کی کیا ضرورت تھی؟ تم ان سے زیادہ حق دار ہو، جو کچھ ہماری عزت ہے وہ خدا کے بعد تم ہی لوگوں کی دی ہوئی ہے۔

(الاصابہ:2/15، سیر الصحابہ:8/148-149)

عہدِ عثمانی میں:

حضرت حسینؓ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورے جوان ہو چکے تھے، چناں چہ سب سے اول اسی عہد میں میدانِ جہاد میں قدم رکھا اور 30ھ میں طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے۔ (الاصابہ: 3/84، سیر الصحابہ:8/149)

پھر جب حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت برپا ہوئی اور باغیوں نے قصرِ خلافت کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علیؓ نے ان دونوں بھائیوں کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر مامور کیا کہ باغی اندر گھسنے نہ پائیں، چناں چہ حفاظت کرنے والوں کے ساتھ ان دونوں نے بھی نہایت بہادری کے ساتھ باغیوں کو اندر گھسنے سے روکے رکھا۔ جب باغی کوٹھے پر چڑھ کر اندر اتر گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا اور حضرت علیؓ کو شہادت کی خبر ہوئی تو انھوں نے دونوں بھائیوں سے نہایت سختی کے ساتھ باز پرس کی کہ تمھارے ہوتے ہوئے باغی کس طرح اندر گھس گئے؟

(تاریخ الخلفاء:159، سیر الصحابہ:8/149)

قضا و افتا:

قضاء وافتاء میں حضرت علیؓ کا پایہ تمام صحابہؓ میں بلند تھا، اس موروثی دولت میں حضرت حسینؓ کو بھی وافر حصہ ملا تھا، چناں چہ ان کے معاصر ان سے استفسار کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ابن زبیرؓ کو جو عمر میں ان سے بڑے اور خود بھی صاحبِ کمال بزرگ تھے، قیدی کی رہائی کے بارے میں استفسار کی ضرورت ہوئی تو انھوں نے حضرت حسینؓ کی طرف رجوع کیا اور ان سے پوچھا؛ ابوعبداللہ! قیدی کی رہائی کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ اس کی رہائی کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ان لوگوں پر، جن کی حمایت میں وہ لڑا ہو۔ اسی طرح ایک مرتبہ شیر خوار بچے کے وظیفے کے بارے میں استفسار کی ضرورت ہوئی تو اس میں بھی انھوں نے حضرت حسینؓ کی طرف رجوع کیا۔ آپؓ نے بتایا کہ پیدائش کے بعد ہی جب سے بچہ آواز دیتا ہے وظیفہ واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طریقے سے کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارے میں پوچھا؛ آپؓ نے اس سوال پر اسی وقت اونٹنی کا دودھ دُوہا کر کھڑے کھڑے پیا، آپ کھڑے ہو کر کھانے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، چناں چہ بھنا ہوا بکری کا گوشت لے لیتے تھے اور کھاتے کھلاتے چلے

جاتے تھے۔(اغلب یہ ہے کہ آپؓ کا یہ عمل ان اعمال کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے تھا تاکہ کج فہم اس عمل کو بالکل حرام نہ سمجھنے لگے۔واللہ اعلم)

آپؓ کے تفقہ کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ فقیہِ اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام باقرؒ کے شاگرد تھے اور حدیث وفقہ میں ان سے بہت کچھ استفادہ کیا تھا اور دینی علوم میں امام باقرؒ کو سلسلہ بہ سلسلہ اپنے اسلاف کرام سے بڑا فیض پہنچا تھا۔(سیرالصحابہ:8/229-228)

خطابت وشاعری:

ان مذہبی کمالات کے علاوہ حضرت حسینؓ اس عہد کے عرب میں مروجہ علوم پر بھی پوری دستگاہ رکھتے تھے،خطابت اس زمانے کا بڑا کمال تھا،آپ کے والد بزرگوار حضرت علیؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے خطیب تھے۔'نہج البلاغہ' کے خطبات آپ کے کمالِ خطابت پر شاہد ہیں۔ حضرت حسینؓ کو بھی اس موروثی کمال سے وافر حصہ ملا تھا اور ان کا شمار اس عہد کے ممتاز خطیبوں میں ہوتا تھا۔ادب اور تذکرہ وتراجم کی کتابوں میں آپ کی جانب بہت سے حکیمانہ اشعار بھی منسوب ہیں لیکن ان کی صحت مشکوک ہے۔

(سیرالصحابہ:8/229)

کلماتِ طیبات:

آپؓ کے کلماتِ طیبات اور حکیمانہ مقولے اخلاق وحکمت کا سبق دیتے ہیں، آپؓ فرماتے تھے:سچائی عزت ہے۔جھوٹ عجز ہے۔رازداری امانت ہے۔حقِ جوار قرابت ہے۔امداد دوستی ہے۔عمل تجربہ ہے۔حسنِ خلق عبادت ہے۔خاموشی زینت ہے۔سخاوت دولت مندی ہے۔نرمی عقلمندی ہے۔(سیرالصحابہ:8/229)

عبادات وخیرات:

مصعب نے بیان کیا کہ حضرت حسینؓ نے 25 حج پاپیادہ کیے۔حضرت حسینؓ بہت ہی بزرگ، کثرت سے روزے رکھنے والے،بہت نماز پڑھنے والے، حج،صدقہ اور تمام افعالِ خیر کے زیادہ کرنے والے تھے۔

(اسدالغابہ:2/570)

مالی اعتبار سے آپؓ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی، اسی فیاضی سے آپؓ اس کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت حسینؓ خدا کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے،کوئی سائل کبھی آپؓ کے دروازے سے ناکام نہ واپس ہوتا تھا۔ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا ہوا درِ دولت پر پہنچا، اس وقت آپؓ نماز میں مشغول تھے۔سائل کی صدا سن کر جلدی جلدی نماز ختم کرکے باہر آئے۔سائل پر فقر وفاقہ کے آثار نظر آئے، اسی وقت قنبر خادم کو آواز دی،قنبر حاضر ہوا،آپ نے پوچھا؛ ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے؟ قنبر نے جواب دیا: آپ نے دوسو درہم اہلِ بیت میں تقسیم کرنے کے لیے دیے تھے،وہ ابھی تقسیم نہیں کیے گئے ہیں۔فرمایا: اس کو لے آؤ، اہلِ بیت سے زیادہ ایک مستحق آگیا ہے، چناں چہ اسی وقت دوسو درہم کی تھیلی منگا کر سائل کے حوالے کردی اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارا ہاتھ خالی ہے، اس لیے اس سے زیادہ خدمت نہیں کرسکتے۔حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں جب آپ کے پاس بصرہ سے آپ کا ذاتی مال آتا تھا تو آپ اسی مجلس میں اس کو تقسیم کردیتے تھے۔(سیرالصحابہ:8/231-230)

وقار وسکینہ:

سکینت اور وقار آپؓ کا خاص وصف تھا، آپ کی مجلس وقار اور متانت کا مرقع ہوتی تھی۔ حضرت معاویہؓ نے ایک شخص سے حضرت حسینؓ کی مجلس کا پتہ بتایا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوتو وہاں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئے گا، اس حلقے میں لوگ ایسے سکون اور خاموشی سے بیٹھے ہوں گے کہ گویا ان کے سر پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔یہ ابوعبداللہ (حسینؓ) کا حلقہ ہوگا،کمال یہ ہے کہ اس وقار وسکینہ کے باوجود تمکنت وخود پسندی مطلق نہ تھی اور آپؓ حد درجے خاکسار اور متواضع تھے، ادنیٰ ادنیٰ اشخاص سے بے تکلف ملتے تھے۔ایک مرتبہ کسی طرف جا رہے تھے، راستے میں کچھ فقراء کھانا کھا رہے تھے،حضرت حسینؓ کو دیکھ کر انھیں بھی مدعو کیا،ان کی درخواست پر آپؓ فوراً سواری سے اتر پڑے اور کھانے میں شرکت کرکے فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا اور ان فقراء سے فرمایا کہ میں نے تمھاری دعوت قبول کی ہے، اس لیے تم بھی میری دعوت قبول کرو اور ان کو گھر لے جاکر کھانا کھلایا۔(سیرالصحابہ:8/231)

ازواج واولاد:

حضرت حسینؓ نے مختلف اوقات میں متعدد نکاح کیے۔آپؓ کی ازواج میں لیلیٰ، حباب، حرار اور غزالہ تھیں۔ ان سے متعدد اولادیں ہوئیں، جن میں علی اکبر، عبداللہ اور چھوٹے صاحبزادے واقعۂ کربلا میں شہید ہوئے۔امام زین العابدینؒ باقی رہے،انھیں سے نسل چلی، صاحبزادیوں میں سکینہ، فاطمہ اور زینب تھیں۔(سیرالصحابہ:8/233)

قادیانیوں سے متعلق
سندھ ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ!

منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ

کراچی کے علاقے صدر میں قادیانیوں کی عبادت گاہ پر مسجد کی طرز پر گنبد ومحراب بنے ہوئے ہیں، جس سے ناواقف مسلمان دھوکا کھا کر اسے مسجد سمجھ لیتے ہیں، جب کہ آئینِ پاکستان کی رو سے قادیانیوں پر شعائرِ اسلام استعمال کرنے کی پابندی ہے، چناں چہ قادیانیوں کی اس آئین شکنی کے خلاف مدعی عبدالقادر نے مؤرخہ ۱۱ اگست ۲۰۲۲ء کو تھانہ پریڈی اسٹریٹ میں مقدمہ درج کرنے کے لئے درخواست جمع کرائی۔ درخواست میں لکھا:

’’درخواست برائے اندراج مقدمہ قادیانی عبادت گاہ پریڈی صدر!

قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہ پر توہین آمیز، اسلام اور آئین پاکستان کے خلاف مسجد کی مشابہت میں منبر ومحراب بنائے ہوئے ہیں، جس سے مسلمانوں کے دینی جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ گنبد ومینار اور محراب نما دروازے کی عمارت بنا رکھی ہے جو دیکھنے سے مسجد معلوم ہوتی ہے، جہاں یہ مل کر مسلمانوں کی طرح عبادت کرتے ہیں اور قادیانیت کو فروغ دے رہے ہیں جس سے کئی مسلمان دھوکا کھا چکے ہیں، ملزمان نے باہم ساز باز کرکے مسلمانوں کو تکلیف دینے کی نیت سے یہ بنائے ہیں، لہٰذا انہیں ہٹایا جائے۔‘‘

لیکن پولیس نے ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کردیا، وجہ یہ بتائی کہ ابھی تحقیقات ہونا باقی ہے۔ پھر مدعی مقدمہ نے وکالت کے لئے مجھ سے رابطہ کیا، ہم نے ایک درخواست ڈسٹرکٹ سیشن جج ساؤتھ میں درخواست نمبر 2022-86-21 زیر دفعہ A۔22 سی آر پی سی کے تحت ضابطہ فوجداری پاکستان داخل کی۔ جس میں تمام وقوعات کا ذکر کیا اور ایس ایچ او پریڈی سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس ساؤتھ کراچی اور ڈی سی ساؤتھ کو مدعا علیہ بنایا، واضح کیا گیا کہ یہ جان بوجھ کر قادیانیوں کی عبادت گاہ کے خلاف مقدمہ درج کرنے میں لیت ولعل سے کام لے رہے ہیں، لہٰذا قانون کے مطابق ہماری درخواست کے تحت مقدمہ درج کریں۔

جج نے تمام فریقین کو نوٹسز جاری کئے اور ۲۹ ستمبر ۲۰۲۲ء کو ایک تفصیلی وتحریری فیصلہ جاری کیا جس میں متعلقہ ایس ایچ او پریڈی تھانے کو حکم جاری کیا گیا کہ قانون کے مطابق مدعی کا بیان ریکارڈ کریں، بیان کی روشنی میں کوئی مقدمہ بنتا ہے تو درج کریں۔ ہم یہ آرڈر لے کر تھانے پہنچے تو ایس ایچ او پریڈی نے ایف آئی آر نمبر 2022۔913 زیر دفعہ 298بی، 298سی/34 پاکستان پینل کے تحت مقدمہ درج کرلیا، جس میں مدعی مقدمہ نے تمام حقائق سامنے رکھتے ہوئے بتایا کہ ۹ ستمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعہ ایک بجے میں پریڈی تھانے کی حدود سے گزر رہا تھا تو ایک مسجد نما عمارت کو دیکھا، اس میں نماز پڑھنے جانے لگا تو پتا چلا کہ یہ قادیانیوں کی عبادت گاہ ہے، جس پر میں نے علما کو آگاہ کیا اور اس عمارت کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کیں۔ اس کے بعد میں نے پولیس تھانے میں مندرجہ بالا درخواست جمع کرائی، جس میں مذکورہ باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا کہ 1974ء کے ایکٹ میں کافر قرار دیئے جانے کے باوجود بھی قادیانی اپنی سرگرمیاں اسلامی لبادہ اوڑھ کر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا گزارش ہے کہ مذکورہ ملزمان اور دیگر انتظامی کمیٹی وارکان کے خلاف اس ناجائز عمارت کے خلاف مقدمہ کرکے قانون کے مطابق کارروائی کی جائے اور مذکورہ عمارت سے شعائر اسلام یعنی گنبد، مینار، محراب وغیرہ کو منہدم کرکے آئین پاکستان کے مطابق فوری اور سخت کارروائی کی جائے۔

قادیانیوں نے اس مقدمے کو سندھ ہائیکورٹ میں چیلنج کیا۔ کریمنل درخواست 2022-566 داخل کی، جس میں قادیانیوں نے مؤقف اپنایا کہ اس سیشن جج کے آرڈر کو ختم کیا

جائے اور ایف آئی آر نہ کاٹی جائے۔ تو جج نے ۳۰/ستمبر ۲۰۲۲ء کو اس آرڈر کو عارضی طور پر معطل کر دیا اور ۶/اکتوبر ۲۰۲۲ء کو سماعت مقرر ہوئی۔ سماعت ہوئی تو میں مدعی کی طرف سے پیش ہوا اور جج کے سامنے اپنے دلائل میں کہا کہ قانون کے مطابق سیشن جج نے آرڈر دیا ہے اور آرڈر کے تحت مدعی نے پریڈی تھانے میں ایکٹ اور قانون کے تحت قادیانیوں کے خلاف ایک ایف آئی آر نمبر 913-2022 زیر دفعہ 298بی اور 298سی کے تحت مقدمہ درج کرایا ہے۔ اب مدعی کو اور ملزمان کو قانون کے تحت پورا حق دیا جائے کہ اصل حقائق کیا ہیں؟ چونکہ ایف آئی آر کٹ چکی ہے، تفتیش ہونا باقی ہے، ہر ادارے سے پولیس افسر اس کی انکوائری کر رہا ہے، لہٰذا قادیانیوں کی اس درخواست کو خارج کر دیا جائے، جس پر جسٹس آفتاب احمد گوندل نے مؤرخہ ۶/اکتوبر ۲۰۲۲ء کو قادیانیوں کی اس درخواست کو خارج کر دیا۔

تفتیش کا عمل جاری تھا کہ قادیانیوں نے ۷/اکتوبر ۲۰۲۲ء کو ایک اور آئینی درخواست پٹیشن نمبر 6082/2022 ڈویژن بینچ میں داخل کر دی۔ اس میں استدعا کی کہ اس ایف آئی آر کو ختم کیا جائے، جس پر میں نے اعتراضات داخل کیے کہ مقدمے کی ایف آئی آر باقاعدہ قانون کے تمام بنیادی تقاضے پورے کرتے ہوئے کاٹی گئی ہے، جس میں ڈسٹرکٹ جج کا فیصلہ اور انکوائریاں موجود ہیں۔ اس سے قادیانیوں کے خلاف کافی کاغذاتی ثبوت اور تصاویر شہادت کے طور پر موجود ہیں۔ چونکہ مقدمہ حساس نوعیت کا ہے، اس پورے مقدمے میں ابھی تک کوئی چیز ایسی نہیں پائی گئی جس سے یہ تاثر ہو کہ مدعی مقدمہ نے اپنی ذاتیات یا انا کی خاطر قادیانی عبادت گاہ یا ان کے متعلقہ ممبران کمیٹی کے خلاف جھوٹا مقدمہ درج کرایا ہو۔ لہٰذا عدالت مدعی مقدمہ کو متعلقہ عدالت میں اپنے بیان ریکارڈ کرانے اور تمام قانونی تقاضے پورے کرنے کا موقع دے۔ اس طرح اس مقدمے کو خارج کرنے سے نہ صرف مدعی مقدمہ بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے پریشانی کا اور مدعی کے لئے نقصان کا باعث بنے گا، لہٰذا ہماری استدعا ہے کہ چوں کہ مقامی عدالت میں فائنل چالان داخل ہو چکا ہے اور تمام ثبوت بذریعہ پولیس آفیسر متعلقہ مجسٹریٹ کورٹ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اب تک کی تفتیش سے ملزمان کے خلاف کافی ثبوت کا ریکارڈ موجود ہے۔ لہٰذا ان تمام ثبوتوں اور گواہوں کی روشنی میں متعلقہ عدالت کو فیصلہ کرنے کا موقع دیا جائے، جس پر مؤرخہ یکم نومبر ۲۰۲۲ء کو ڈویژنل بینچ نے ایف آئی آر ختم کرنے کی قادیانیوں کی درخواست خارج کر دی اور کہا کہ متعلقہ عدالت اس کا فیصلہ کرے گی۔

پولیس نے مجسٹریٹ کی کورٹ میں چالان داخل کر دیا، جس میں تمام ثبوت اور تصاویر مکمل کوائف متعلقہ مجسٹریٹ کی کورٹ نمبر ۲۵ ساؤتھ میں داخل کر دیئے، جہاں مقدمہ زیر سماعت ہے۔ اس دوران ملزمان نے مؤرخہ ۷/اکتوبر ۲۰۲۲ء کو ہائیکورٹ سے عبوری ضمانتیں عارضی طور پر منظور کروائیں اور درخواست کے نوٹس مدعی مقدمہ اور متعلقہ تھانوں کو ارسال ہوئے۔

ہائیکورٹ میں قبل از گرفتاری عبوری ضمانت کے لئے قادیانیوں نے رجوع کیا۔ درخواست نمبر 1979/2022 جمع کرائی اور اس میں مؤقف اختیار کیا کہ ہمارے خلاف جھوٹی ایف آئی آر کاٹی گئی ہے اور اپنی عبادت گاہ کی الاٹمنٹ کی کاپی ساتھ جمع کرائی اور لکھا ہے کہ یہ جگہ ''احمدی مسلم ایسوسی ایشن کراچی'' کو مؤرخہ یکم اگست ۱۸۶۳ء کو ننانوے سال کے لئے لیز ہوئی اور یکم اگست ۱۹۶۲ء کو یہ لیز مزید ننانوے سال کے لئے دے دی گئی۔ اسی طرح اس علاقے میں ہندو، کرسچن، پارسی لوگ آباد ہیں اور ان کی عبادت گاہیں جن میں مشہور ماما پارسی اسکول برائے لڑکیاں، ۱۸۶۰ء سے موجود ہے اور اس کے نزدیک مشہور کیتھولک چرچ وغیرہ بھی وہاں موجود ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ احمدیوں نے قیام پاکستان کے لئے کردار ادا کیا اور مشہور احمدی سر ظفر اللہ خان صدر آل انڈیا مسلم لیگ تھے اور قیام پاکستان کی قرارداد ۱۹۴۰ء والی اسی نے ڈرافٹ کی اور وہ پہلا وزیر خارجہ تھا جناح صاحب کی کابینہ میں اور پرائم منسٹر لیاقت علی خان صاحب کے دور میں اور مارشل لا ۱۹۵۸ء تک وہی رہا اور قائد اعظم محمد علی جناح نے ۱۱/اگست ۱۹۴۷ء کو اپنی پہلی تقریر میں کہا کہ آپ تمام آزاد ہیں، آپ اپنی عبادت گاہوں میں جائیں۔ اس کے تحت ہمیں مذہبی آزادی حاصل ہے۔

میں نے ضمانت کی درخواست پر عدالت میں اعتراضات اٹھائے کہ مینار اور محراب مسجد کی پہچان ہے اور مسجد صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ آرٹیکل ۲۶۰ آئین پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور آئین پاکستان کے مطابق قادیانیوں کا اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنا اور مسلمانوں کے شعائر استعمال کرنا ۲۹۸بی اور

سی تعزیرات پاکستان کے تحت جرم ہے اور آرڈی نینس 1984/20 میں قادیانیوں کو مسلمانوں کے شعائر، علامات اور القابات جو مقدس ہستیوں کے لئے مخصوص ہیں، جیسے: نبی، صحابی، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، ام المومنین، رضی اللہ عنہ، اہل بیت، مسجد، یہ ۲۹۸ بی اور سی اور آرٹیکل ۲۶۰ تھری کے زمرے میں آتا ہے اور قادیانیوں کا اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنا، اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا بلاواسطہ یا بالواسطہ، اپنے مذہب کو اسلام کہنا اور لوگوں کو دعوت دینا، ایسے الفاظ لکھنا یا بولنا اور اس طرح کی کوئی چیز بنانا جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ خود کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے تو یہ اس قانون کی خلاف ورزی ہے اور اس کے لئے مستقل طور پر سپریم کورٹ کا لارجر بینچ فیصلہ دے چکا ہے اور سپریم کورٹ کے فیصلے میں لکھا ہے کہ اگر قادیانی جان بوجھ کر یہ جرائم کریں گے، اس آئین کی خلاف ورزی کریں گے تو یہ مسلمانوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے اور ان کا ایسا کرنا فراڈ، غلط بیانی، دھوکا دہی کہلائے گا اور وفاقی شرعی عدالت نے بھی ۱۹۸۴ء میں فیصلہ دیا کہ صحابی و اہل بیت کے الفاظ کو اگر یہ استعمال کریں گے تو یہ جرم ہوگا۔ اور کہا کہ انہوں نے جو آرٹیکل ۲۰ بنیادی حقوق کی بات کی ہے یہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی بھی خلاف ورزی ہے جب انہوں نے امتناع قادیانیت آرڈی نینس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا تھا تو وفاقی شرعی عدالت نے اس آرڈی نینس کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے فیصلے میں لکھا تھا کہ: ”یہ آرڈی نینس، دفعہ ۲۰ کے قانون اور امن و امان کے تحفظ کے تابع ہونے کے استثناء میں شامل دکھائی دیتا ہے۔“ (پی ایل ڈی ۱۹۸۵ء، فیڈرل شریعت کورٹ:۸) قادیانیوں نے اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کردی، بالآخر سپریم کورٹ نے اپیل خارج کر کے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ (پی ایل ڈی ۱۹۸۸ء، سپریم کورٹ:۱۶۷)

اس دوران کورٹ کو قرآن کریم کی سورۃ التوبہ کی آیات ۱۰۷ اور ۱۰۸ پڑھ کر سنائی گئیں جس میں مسجد ضرار کا ذکر ہے، وہ بھی منافقین کی مسجد تھی جو اسلام کے خلاف بنائی گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی نازل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے ختم کر دیا گیا۔ اس سب سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ قادیانیوں کے خلاف یہ جرم بخوبی بنتا ہے، لہٰذا ان کی ضمانت خارج کی جائے۔ ساتھ ہی قومی شاعر علامہ محمد اقبال کے وہ الفاظ بھی نقل کئے کہ میں بہت فکرمند ہوں کہ قادیانی لوگ خود کو نئے نبی کا پیروکار کہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا مانتے ہیں، خود کو مسلمان اور اصلی مسلمان جو ہم ہیں، ہمیں کافر کہتے ہیں۔ بعد میں اقبال نے کہا کہ: میری باتیں درست ثابت ہوئیں جب میں نے ان کے پیغمبر مرزا قادیانی کے وہ الفاظ سنے جس میں اس نے کہا کہ ہر مسلمان میری کتابوں سے محبت کرتا ہے، فائدہ اٹھاتا ہے اور جو مجھے قبول نہیں کرتا وہ کنجری کی اولاد ہے۔ (آئینہ کمالات، ص:۵۴۷، ۵۴۸) یہ ان کے پیغمبر کی زبان ہے۔ اس طرح کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں:

”جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔“ (نزول المسیح حاشیہ، ص:۴، خزائن: ج:۱۸، ص:۳۸۲)

”خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔“ (تذکرہ: ص:۵۱۹، طبع چہارم)

”جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔“ (تذکرہ: ص:۲۸۰، طبع چہارم)

”جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔“ (حقیقت الوحی: ص:۱۶۳/۱۶۴، خزائن: ج:۲۲، ص: ایضاً)

”دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔“ (نجم الہدیٰ: ص:۱۰، خزائن: ج:۱۴، ص:۵۳)

”اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔“ (انجام آتھم: ص:۶۲، خزائن: ج:۱۱، ص: ایضاً)

”پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے اوپر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔“ (اربعین نمبر ۳ حاشیہ، ص:۲۸، خزائن: ج:۱۷، ص:۴۱۷)

”صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر (مسلمانوں) کے پیچھے نماز مت پڑھو۔“ (ملفوظات: ج:۱، ص:۵۲۵، طبع جدید)

”اب جو شخص اس صاف فیصلے کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں

کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلے کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق اور حلال زادہ نہیں۔'' (انوارِاسلام: ص:۳۰، خزائن: ج:۹ص:۳۱)

ظفراللہ قادیانی نے قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا تھا، اس نے کہا کہ: ''آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر نوکر۔'' (روزنامہ زمیندار لاہور، ۸/ فروری ۱۹۵۰ء)

قادیانیوں نے اپنی ضمانت کی درخواست کے ساتھ جو کاغذات منسلک کیے ان پر الاٹمنٹ کی تاریخ یکم اگست ۱۸۶۳ء ہے، اور اس پر ''احمدی مسلم ایسوسی ایشن'' لکھا ہے، جبکہ یہ جماعت اس وقت بنی ہی نہیں تھی، کیونکہ مرزا کی پیدائش ۱۸۳۵ء (بحوالہ: سیرت المہدی) کی ہے اور پہلی بار ۱۸۹۹ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرزا ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک سیالکوٹ کچہری میں چپڑاسی رہا ہے۔ یہ جعلی کاغذات ہیں۔ دوبارہ لیز ایس عبدالخالق کے نام سے ۱۹۶۲ء میں ہوئی، گویا پہلے تو یہ ایک ایسوسی ایشن کے نام تھی، پھر ان کے نام کیسے ہوئی؟ یہ خود عدالت سے فراڈ ہے، جماعت کی جگہ فرد کے نام کیسے ہوگئی؟ اور ہائیکورٹ ڈائریکٹ ضمانت نہیں دے سکتا، جس پر قادیانی وکیل نے دو تین فیصلوں کے دلائل پیش کئے، جس پر ہم نے اعتراض کیا کہ سیشن کورٹ سے ضمانت ہوگی، ان کو خصوصی رعایت کیوں دی گئی؟ قادیانی ۱۹۷۴ء سے آج تک ناجائز فائدے اٹھا رہے ہیں۔

جج صلاح الدین احمد پنہور پہلے ایک مقدمے میں قادیانیوں کے وکیل رہ چکے ہیں، یہ مقدمہ ان کی عدالت میں پیش ہوا تو میں نے اعتراض کیا کہ آپ چونکہ ۲۰۰۴ء میں وکالت کے دوران ایک مقدمے میں قادیانی کمیونٹی کے وکیل رہ چکے ہیں، لہٰذا آپ سے استدعا ہے کہ آپ ان مقدمات کو سننے سے اجتناب کریں اور کسی اور جج کے پاس بھیجیں۔ جس پر جج نے کہا کہ اگر میں اس وقت شیعوں کا وکیل رہا ہوتا اور آج شیعہ حضرات کا کوئی مقدمہ میرے سامنے آتا تو کیا میں اسے بھی نہیں سن سکتا تھا؟......تو میں نے جواب میں عرض کی کہ ان کی بات الگ ہے، کیوں کہ قادیانی آئین پاکستان کی رو سے کافر ہیں اور اہل سنت واہل تشیع سمیت مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر قادیانیوں کے کفر پر متفق ہیں۔

اس پر جج صاحب نے کہا کہ اگر میں کہوں کہ آپ آئندہ میرے سامنے کسی مقدمے میں پیش نہیں ہوں گے، تو آپ کو منظور ہے؟ اس پر میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، میں اس پر راضی ہوں۔ پھر انہوں نے مقدمہ آگے کسی اور جج کو بھیج دیا۔

اس کے بعد مؤرخہ ۱۸/جنوری ۲۰۲۳ء کو ہائیکورٹ سندھ کے جسٹس محمد سلیم جیسر نے تاریخی فیصلہ دیا اور ان تمام فیصلوں کو جو قادیانیوں نے مختلف عدالتوں سے لئے تھے، ان کو ناقابل عمل قرار دیا اور ضمانتیں خارج کردیں اور کہا کہ پہلے سیشن جج سے ضمانت لیں اور مجسٹریٹ کو حکم کیا کہ اس کیس کو جلد از جلد چلایا جائے۔ اس کے بعد قادیانیوں پر فردِ جرم عائد کردی۔

تحفظ ختم نبوت کورس، پتوکی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تحصیل پتوکی (قصور) جامع مسجد فاروق اعظم میں ۲۵/دسمبر ۲۰۲۲ء کو ظہر تا عشاء تحفظ ختم نبوت کورس منعقد کیا گیا، جس میں شرکائے کورس کو پروجیکٹر کی مدد سے سمجھایا گیا۔ کورس کا آغاز قاری عبدالکبیر بنگالی کی تلاوت اور حافظ محمد طلحہ کی نعت شریف سے ہوا۔ اس موقع پر مولانا فضل الرحمن منگلا، مولانا عبدالرزاق مجاہد، مولانا عزیز الرحمن ثانی لاہور، مولانا مفتی شیر محمد علوی کے بیانات ہوئے۔ یہ پروگرام مولانا مفتی عاطف خطیب مسجد کی صدارت میں ہوا اور انتظامیہ اور مقامی علمائے کرام کی محنت سے بھرپور کامیاب ہوا۔ آخر میں ختم نبوت لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، چونیاں

۲۵/دسمبر ۲۰۲۲ء کو تحصیل چونیاں (قصور) جامع مسجد محمد خان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی زیر نگرانی بعد نماز عشاء تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ مولانا مقصود احمد مدظلہ نے صدارت فرمائی۔ قاری یوسف اور قاری ذوالفقار نے تلاوت کا اعزاز حاصل کیا۔ مولانا شاہد عمران عارفی نے نعت پیش کی اور مولانا اسامہ نصیر اسلم نے نقابت، مولانا عبدالرزاق مجاہد اور مولانا عزیز الرحمن ثانی نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت پر بیانات کئے۔ کانفرنس کے آخر میں مجلس کا لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

مرزا قادیانی کی جھوٹی پیشگوئیاں!

ساتویں اور آخری قسط

مولانا سعد کامران

اسی پیشگوئی کی مزید تشریح مرزا صاحب نے اسی کتاب کے اگلے صفحے پر یوں لکھی ہے:

’’میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے 15 ماہ کے عرصے میں آج کی تاریخ سے 5/جون 1893ء سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسا ڈالا جاوے، مجھ کو پھانسی دی جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں، اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا، زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب میں ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہوگیا تو کیا یہ سب آپ کی منشا کے موافق خدا کی پیشگوئی ٹھہرے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا نبی ہونے کے بارے میں جس کو اندرونہ بائبل میں دجال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں محکم دلیل ہوجائے گی یا نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاریوں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔‘‘ (جنگ مقدس، ص:189، مندرجہ روحانی خزائن، ج:6،ص:293)

ان دو تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق اگر پادری آتھم 5/جون 1893ء سے لے کر 5/ستمبر 1894ء تک سچے خدا کو نہ مانتے تو وہ فوت ہوجاتا۔

لیکن مرزا صاحب چونکہ یہ پیشگوئی کرنے میں ’’کذاب‘‘ تھے لہٰذا 15 ماہ کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی پادری آتھم فوت نہیں ہوا اور مرزا صاحب ’’کذاب‘‘ ثابت ہوگئے۔

جوں جوں پیشگوئی کی مقررہ تاریخ کے دن قریب آرہے تھے، توں توں مرزا صاحب کی پریشانی کیسے بڑھ رہی تھی۔

مرزا صاحب کے بیٹے نے لکھا ہے:

’’مجھ سے عبداللہ سنوری نے بیان کیا کہ جب آتھم کی میعاد میں ایک دن باقی رہ گیا تو مرزا صاحب نے مجھ سے اور میاں حامد علی سے فرمایا کہ اتنے چنے (مجھے تعداد یاد نہیں رہی کہ کتنے چنے آپ نے بتائے تھے) لے لو اور ان پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو (مجھے وظیفہ کی تعداد بھی یاد نہیں رہی) میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے سورۃ نہیں رہی لیکن اتنا یاد ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سورت تھی جیسے ’’الم ترکیف‘‘ اور ہم نے یہ وظیفہ قریباً ساری رات صرف کرکے ختم کیا۔‘‘ (سیرۃ المہدی، ج:1،ص:162، 289،روایت نمبر160، 312)

ایک اور گھر کی گواہی ملاحظہ فرمائیں:

مرزا صاحب کی بیٹے اور قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود پر جب اعتراض ہوا کہ آپ کی دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ تو مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی صفائی میں ایک بیان دیا، جو قادیانیوں کے اخبار الفضل میں لکھا ہے:

’’آتھم کی پیشگوئی کے متعلق جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں، میں اس وقت ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور میری عمر ساڑھے 5 سال کی تھی مگر وہ نظارہ مجھے خواب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب و اضطراب کے ساتھ دعائیں کی گئیں، میں نے محرم کا ماتم بھی اتنا سخت کبھی نہیں دیکھا حضرت مسیح موعود ایک طرف دعا میں مشغول تھے۔‘‘

(الفضل،20/جولائی 1940ء)

مرزا محمود کے کہنے کا مطلب تھا کہ جب مرزا صاحب کی دعائیں آتھم کے بارے میں قبول نہیں ہوئیں تو میری کیا حیثیت ہے اگر میری دعائیں قبول نہ ہوں۔

ان دو گھر کی گواہیوں سے یہ ثابت ہوا: پادری آتھم نے اپنی بات سے رجوع نہیں کیا تھا، کیونکہ اگر پادری آتھم نے رجوع کیا ہوتا تو مرزا صاحب کو اتنے وظائف پڑھوانے کی اور اتنی دعائیں مانگنے کی کیا ضرورت تھی؟؟

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ دوسرے قادیانی خلیفہ کو بھی یہ بات پتہ تھی کہ آتھم کی پیشگوئی کے وقت مرزا صاحب کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں تھیں۔

پیشگوئی کے آخری دن مرزا صاحب کے سینکڑوں مرید ''قادیان'' پہنچے ہوئے تھے تاکہ آتھم کی موت پر مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہونے کی خوشی میں جشن منایا جائے۔

مرزا صاحب نے اپنے مریدین کے لئے بکرے منگوائے ہوئے تھے، تاکہ اس خوشی کے موقع پر پُرتکلف دعوت کی جاسکے۔

ویران کنویں میں چنوں کے دانوں پر وظیفہ پڑھ کر مقررہ دن سے ایک دن پہلے ہی آتھم کی موت کا سامان کرلیا گیا تھا اور اب قادیان کے ''الہامی'' صاحب آتھم کی موت کا انتظار کر رہے تھے۔

قادیان کے الہامی صاحب نے امرتسر، بٹالہ، گورداس پور اور فیروز پور میں اپنے مریدین بھیجے ہوئے تھے تاکہ جونہی آتھم کی موت کی خبر ملے تو وہ خبر فوری طور پر مرزا صاحب تک پہنچ سکے۔

5 ستمبر کی شام سے پہلے سینکڑوں مرزائی ''قادیان'' میں موجود تھے اور اسی انتظار میں تھے کہ کب آتھم کی موت کی خبر ملتی ہے اور ہمارے لئے عید ہوتی ہے، کیونکہ مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کو صاف کہا ہوا تھا کہ 5 ستمبر 1894ء کی شام نہیں ہوگی، جب تک آتھم مر نہ جائے۔

لیجئے شام بھی ہوگئی اور مرزا صاحب کو خبر مل گئی کہ آتھم نہیں مرا۔

جوں جوں مرزا صاحب کے مریدوں کو یہ خبر ملتی گئی توں توں انہوں نے اپنے گریبان چاک اور کپڑے پھاڑنے شروع کر دیئے اور ان کی متوقع عید غم میں بدل گئی۔

عیسائیوں نے اس موقع پر جب مرزا صاحب صاف طور پر کذاب ثابت ہوگئے اور مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی تو عیسائیوں نے مرزا صاحب کی طرف سے دی گئی۔ آتھم کی موت کی تاریخ سے اگلے دن 6 ستمبر 1894ء کو ایک بہت بڑا جلوس فیروز پور سے امرتسر تک نکالا اور عیسائیوں نے اس جلوس میں پادری آتھم کو بھی گاڑی میں بٹھا کر اور آتھم کے گلے میں ہار ڈال کر آتھم کو پورے امرتسر شہر میں گھمایا۔ مرزا صاحب کے بیٹے نے لکھا ہے کہ اس دن لوگوں میں یہی شور تھا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔

الغرض ہر طرف مرزا صاحب کے کذاب ہونے کا شور مچا ہوا تھا اور مرزا صاحب کے مریدین بھی منہ چھپاتے پھر رہے تھے۔✪✪

امیر مرکزیہ دامت برکاتہم العالیہ حیدر آباد میں......... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم دو روزہ خانقاہی دورہ پر حیدر آباد تشریف لائے، جہاں آپ نے جامع مسجد لطیف آباد نمبر ۱۰ حیدر آباد میں اصلاحی اور تصوف سے متعلق تقریباً ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔ جب سے حضرت دامت برکاتہم مجلس کے مرکزی امیر منتخب ہوئے، آپ کا کوئی بیان ختم نبوت کے بغیر نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ نے جامع مسجد لطیف آباد میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سلسلۂ نبوت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ہوئی۔ ہر نبی نے اپنے سے پہلے نبی کی تصدیق کی اور بعد میں آنے والے کی بشارت دی۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے اپنے سے پہلے تمام انبیائے کرام کی تصدیق کی اور اپنے بعد نبوت کے ختم ہونے کا اعلان کیا۔ آپ نے نبوت کو محل کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے، اپنے آپ کو نبوت کی آخری اینٹ قرار دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ختم نبوت کا بھی کوئی جھنڈا ہے؟ فرمایا ختم نبوت کا جھنڈا داڑھی رکھنا اور شرعی لباس پہننا ہے۔ حضرت خاکوانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے علاقہ میں ایک مولانا ثناء اللہ باہو فرید چشتیاں کے تھے۔ علاقائی زمیندار جمال خان داڑھی منڈواتا تھا، انہوں نے بارہا اسے تلقین کی، لیکن اس نے اپنا یہ عمل جاری رکھا۔ ایک دن مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ مجھے توبہ کرائیے۔ مولانا نے توبہ کرائی تو اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مر چکا ہوں، مجھے غسل دے کر کفن پہنایا گیا اور میری نماز جنازہ پڑھا کر مجھے دفن کر دیا گیا۔ قبر میں فرشتے آئے اور آکر میرے جسم کو دیکھنے لگے، میرے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو داڑھی نہ تھی، تو ایک فرشتہ نے مجھے زور سے تھپڑ مارا اور میری چیخ نکل گئی اور آنکھ کھل گئی۔ کہا کہ آئندہ میں داڑھی نہیں منڈواؤں گا۔ آپ نے حاضرین وسامعین کو تلقین کی کہ داڑھی نہ منڈوایا کریں، کچھ نوجوانوں نے وعدہ کیا۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ کا

دورۂ گوجرانوالہ ڈویژن

رپورٹ: حافظ خرم شہزاد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما اور کراچی کے مبلغ مولانا قاضی احسان احمد صاحب جنوری ۲۰۲۳ء کے آخری عشرہ میں گوجرانوالہ ڈویژن کے تبلیغی دورہ پر تشریف لائے، جہاں انھوں نے پسرور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، چناب نگر، حافظ آباد اور علی پور چھٹہ کی مختلف تقریبات اور کانفرنسوں میں شرکت کی اور ایمان افروز وفکر انگیز خطابات فرمائے۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب کے دورۂ گوجرانوالہ ڈویژن کی تفصیل درج ذیل ہے:

ضلع سیالکوٹ:

☆ ۲۷/جنوری ۲۰۲۳ء کو حضرت مولانا قاضی احسان احمد نے منڈیکی گورائیہ ضلع سیالکوٹ پہاڑ والی مسجد میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرمایا، انھوں نے اپنے خطاب میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر تفصیل کے ساتھ خطاب فرمایا۔ اس موقع پر میزبان مولانا عبدالحفیظ مانسہروی صاحب نے مولانا قاضی احسان احمد اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

☆ بعد نماز مغرب چیانوالی میں ختم نبوت کورس کی تقریب تھی، جس کے میزبان مفتی عبیداللہ، علامہ محمد اویس، مولانا عبدالباسط صاحبان تھے۔ نظم کے اعتبار سے یہ ایک مثالی تقریب تھی، حضرت مولانا قاضی احسان احمد نے شرکائے کورس سے تربیتی اور فکر انگیز خطاب کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم عقیدۂ ختم نبوت کے پیغام اور دعوت کو گھر گھر پہنچائیں، ہر طبقہ بالخصوص اسکول و کالج اور یونیورسٹیوں کے طلباء میں زیادہ سے زیادہ کام کو تیز کریں۔

☆ ۲۸/جنوری بعد نماز مغرب، فاروقِ اعظمؓ مسجد مدرسہ عربیہ حیات القرآن پسرور میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس سے قاضی احسان احمد صاحب نے خطاب کیا۔ میزبان حضرت مولانا محمد قاسم، حضرت مولانا محمد طیب صاحبان کے علاوہ علاقہ کے علماء کرام اور عاشقانِ مصطفی کثیر تعداد میں موجود تھے۔

☆ ۲۹/جنوری دن ۱۰ بجے تا نمازِ ظہر اگوکی ضلع سیالکوٹ کی مسجد عائشہ صدیقہؓ میں مفتی داؤد نفیس صاحب کی زیرنگرانی ختم بخاری شریف کی تقریب تھی جس میں مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے ایمان افروز خطاب فرمایا۔ انھوں نے کہا کہ دینی مدارس سے فارغ ہونے والے فضلاء کرام عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو اپنی زندگی کا مشن بنالیں اور فتنۂ قادیانیت کے لیے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔

☆ بعد نماز عشاء نیکا پورہ میں رانا عابد حسین کی زیرنگرانی تحفظ ختم نبوت کے عنوان پر درس قرآن مجید کی تقریب سے بھی مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے خطاب فرمایا۔ سیالکوٹ اور اس کے مضافات کے دورہ میں مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع سیالکوٹ مولانا فقیر اللہ اختر اور علامہ محمد اویس بھی ہمراہ تھے۔

ضلع گوجرانوالہ:

☆ ۳۰/جنوری ۲۰۲۳ء بروز سوموار کو مولانا قاضی احسان احمد صاحب سیالکوٹ سے گوجرانوالہ تشریف لائے، جہاں دن دس بجے جامعہ مدینۃ العلم، جناح کالونی میں منتہی درجات کے طلباء اور اساتذہ کرام سے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر انھوں نے عام فہم اور سادہ انداز میں عقیدہ ختم نبوت اور حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گفتگو فرمائی، انھوں نے کہا کہ ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ظلی، بروزی، امتی، غیر تشریعی اور تشریعی کوئی نیا نبی قیامت تک نہیں آئے گا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس وقت پانچ نظریات پائے جاتے ہیں جن میں پہلے چار نظریات باطل اور صرف اسلام کا نظریہ درست ہے، عیسائی، یہودی، قادیانی اور جاوید احمد غامدی کا حیاتِ مسیح علیہ السلام کے متعلق نظریہ باطل ہے۔ اس موقع پر ضلعی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا محمد عارف شامی اور مہتمم جامعہ مدینۃ العلم مولانا پیر محمد ریاض صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔

☆ نماز ظہر سے قبل حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب ملک پاکستان کی معروف دینی درس گاہ جامعہ نصرۃ العلوم تشریف لے گئے، جہاں جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہ العالی، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا صوفی ریاض خان سواتی مدظلہ اور امام اہل سنت حضرت مولانا محمد

سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے فرزند حضرت مولانا عزیزالرحمن شاہد صاحب سے بھی تفصیلی ملاقات کی۔ بعدازاں جامعہ نصرۃ العلوم کی تاریخی جامع مسجد نور میں طلباء کرام سے خطاب فرمایا، جس میں تحفظ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور اس کے کام کی ضرورت کو بیان کیا اور آخر میں چناب نگر ضلع چنیوٹ میں سالانہ 'ختم نبوت کورس' میں شرکت کی ترغیب دی۔ طلباء کرام نے سالانہ کورس میں شرکت کا وعدہ کیا اور باقاعدہ اپنے نام بھی لکھوائے۔

☆ ۳۰/جنوری ۲۰۲۳ء کی شام رحمانیہ مسجد محلہ اسلام پورہ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں علاقہ کے علمائے کرام کے علاوہ حضرت مولانا قاضی احسان احمد نے تفصیل کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت اور حیاتِ مسیح علیہ السلام کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ ان کے خطاب کی دلچسپ بات یہ تھی کہ انھوں نے دورانِ خطاب چھوٹے بچوں سے مختلف سوالات کیے اور ان میں نقد انعامات بھی تقسیم کیے۔ اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے مبلغ مولانا محمد عارف شامی، مقامی احباب سید احمد حسین زید، حافظ احسان الواحد، مولانا قاری عبدالغفور آرائیں، حافظ محمد معاویہ، ثناء خواں محمد ابوبکر اشرف، حاجی محمد یامین، مولانا دوست محمد خلیل اور قاری عمر عثمان بھی موجود تھے۔

آخر میں مولانا محمد عارف شامی نے سویڈن میں قرآن پاک کی بے حرمتی پر شدید الفاظ میں احتجاج کیا اور انھوں نے کہا کہ عالم کفر اس طرح کی توہین آمیز حرکتیں بند کرے اور مطالبہ کیا کہ تمام مسلمان سویڈن کا معاشی بائیکاٹ کریں۔

☆ اسی طرح گوجرانوالہ شہر کی معروف دینی درسگاہ جامعہ دارالعلوم گوجرانوالہ میں منتہی درجات کے طلباء کرام سے حضرت مولانا قاضی احسان احمد نے فکری خطاب فرمایا اور انہیں سالانہ ختم نبوت کورس میں شرکت کی دعوت دی، طلباء نے بڑے اشتیاق سے کورس میں شرکت کے لیے اپنے نام بھی لکھوائے۔

☆ کھیالی شہر گوجرانوالہ میں دی رائل سکول آف سائنس میں بھی حضرت قاضی احسان احمد نے خطاب فرمایا جہاں میٹرک اور دیگر کلاسز کے طلباء کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اس موقع پر قاضی صاحب نے طلباء کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کے موضوع پر ایمان افروز اور فکر انگیز گفتگو فرمائی۔ کالج کے پرنسپل اور اساتذہ کرام نے حضرت قاضی احسان احمد صاحب اور مولانا محمد عارف شامی کی تشریف آوری پر شکریہ ادا کیا۔ جبکہ مولانا شامی صاحب نے بھی کالج کے پرنسپل اور اساتذہ بالخصوص سر محمد عظیم، سر محمد منیر، صفدر امین ندوی، مولانا محمد اعظم طارق، قاری عبدالغفار علوی اور علی حمزہ بریار کا شاندار پروگرام کے انعقاد پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔

☆ نمازِ ظہر کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد عارف شامی کی معیت میں گکھڑ تشریف لے گئے جہاں امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پر فاتحہ پڑھی، وہاں سے وزیر آباد روانگی ہوئی اور مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا ظفر علی خاں رحمہ اللہ کے مزار پر بھی فاتحہ خوانی کی۔ اسی طرح وزیر آباد کے نواحی گاؤں ساروکی چیمہ میں غازی عامر چیمہ شہیدؒ کے مزار پر حاضر ہوئے اور ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ساروکی میں نمازِ مغرب ادا کی اور مہتمم مدرسہ مولانا شعیب شاہ صاحب سے تحفظ ختم نبوت کے کام کے حوالہ سے مذاکرہ کیا۔

ضلع چنیوٹ:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم کے حکم پر مولانا قاضی احسان احمد صاحب مدرسہ ختم نبوت چناب نگر تشریف لے گئے جہاں ختم بخاری شریف اور دستارِ فضیلت کی سالانہ تقریب منعقد ہوئی۔ بخاری شریف کا آخری درس جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا پروفیسر محمد یوسف خان صاحب مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا، جبکہ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، مولانا توصیف احمد صاحب، مولانا عزیز الرحمن ثانی اور مولانا قاضی احسان احمد نے بھی خطاب فرمایا۔ اس سفر میں مولانا محمد عارف شامی صاحب اور راقم (خرم شہزاد) بھی شریک تھے۔

ضلع حافظ آباد:

☆ ۳۱/جنوری ۲۰۲۳ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سٹی حافظ آباد کے زیر اہتمام منعقدہ ختم نبوت سیمینار میں شرکت ہوئی۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد عارف شامی اور مفتی جمیل امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع حافظ آباد نے بھی خطاب کیا۔ حضرت قاضی صاحب نے سادہ، عام فہم اور زیادہ تر مادری زبان پنجابی میں خطاب کیا جسے حاضرین نے بہت پسند کیا اور عقیدہ ختم نبوت کا کام کرنے کا عزم اور وعدہ کیا۔ اس موقع پر مفتی محمد عبداللہ، قاری لیاقت علی، بھائی فیضان رسول، مفتی عظمت بھی موجود تھے۔

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

خبروں پر ایک نظر

تحفظ ختم نبوت سیمینار، نواب شاہ

رپورٹ: قاری عبداللہ فیض

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کے زیر اہتمام بروز پیر 16 جنوری 2023ء بعد نماز مغرب فیصل میرج ہال مریم روڈ نواب شاہ میں تحفظ ختم نبوت سیمینار حضرت مولانا تجمل حسین (مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ ڈویژن) کی زیر نگرانی منعقد کیا گیا، جبکہ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض راقم نے سرانجام دیئے۔ بعد نماز مغرب ہی پروگرام کا آغاز حافظ محمد عمیر خان کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ وفاق المدارس العربیہ کے مسؤل مفتی محمد اکمل، مولانا محمد عثمان، قاری محمد حنیف عثمانی، مولانا محمد اشرف اور قاری عبدالقیوم چنہ (امیر JUI ضلع نواب شاہ) کے مختصر بیانات ہوئے۔ بعدازاں مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ (مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی) نے ’’تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری‘‘ کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح قادیانی اپنے باطل نظریات کا پرچار کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار و کوشاں رہتے ہیں، ہمیں بھی چاہئے کہ ہر طبقہ کے افراد کو تیار کرکے باوفا نبی کے ساتھ وفا کا ثبوت دیں تاکہ حشر میں پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کا سامنا کرسکیں اور آپ ﷺ کی شفاعت کے مستحق بن سکیں۔ حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی) نے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عالمین کے رب ہیں، جس طرح تمام کائنات کا کوئی ذرہ اللہ کی ربوبیت سے خالی نہیں، اسی طرح حضور خاتم النبیین ﷺ عالمین کے لئے رحمت ہیں اور کائنات کا کوئی ذرہ آنحضرت ﷺ کی رحمت اور نبوت سے بھی خالی نہیں۔ لہٰذا جیسے ایک گاڑی کی نمبر پلیٹ دوسری گاڑی پر نہیں لگائی جاسکتی، ایسے ہی امام الانبیاء کی ختم نبوت کی مسند پر کسی کذاب اور دجال کو نہیں بیٹھنے دیا جاسکتا۔ قادیانی اپنی تمام مصنوعات کے منافع کو مسلمانوں کو گمراہ اور مرتد بنانے کے لئے خرچ کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں تمام ایسی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ہوگا۔ آخر میں مہمانِ خصوصی حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد مدظلہ (نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے بیان کرتے ہوئے فرمایا تمام غیر مسلم اقلیتیں مثلاً عیسائی، ہندو، سکھ اور یہودی خود کو مسلمانوں سے جدا غیر مسلم مانتے ہیں، آئینِ پاکستان کو تسلیم کرتے ہیں اور قادیانی خود کو غیر مسلم اقلیت نہیں مانتے جبکہ آئینِ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے اس اعتبار سے قادیانی اسلام اور ملکِ پاکستان اور آئینِ پاکستان کے دشمن ہیں، لہٰذا قادیانیوں کو کلیدی عہدوں پر نہیں بٹھانا چاہئے، پھر اختتامی دعا فرمائی۔ سیمینار میں علاقہ بھر سے علماء کرام، ائمہ مساجد، مہتممین مدارس، اسکول و کالج کے ٹیچرز، پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکلاء، صحافی اور تاجروں نے بھرپور شرکت کی۔ آخر میں نماز عشاء ہال میں ہی باجماعت ادا کی گئی اور تمام شرکائے کے لئے عشائیہ کا اہتمام کیا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ساتھیوں کے تعاون اور محنت و کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اس سیمینار کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور ہم سب کو تادم آخر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور سرورِ کونین ﷺ کی مبارک شفاعت کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ: ..... مولانا قاضی احسان احمد صاحب کا دورۂ گوجرانولہ

علی پور چٹھہ:

☆ مدرسہ انوار الاسلام علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں مولانا قاری عبدالرحمن صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت علی پور چٹھہ، جمعیۃ علماء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے راہنما مولانا افضال الحق کھٹانہ کی میزبانی میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں مہمان خصوصی مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے تفصیلی خطاب فرمایا، انھوں نے اپنے خطاب میں عقیدہ ختم نبوت کی فضیلت اور اہمیت، حیات ونزول مسیح علیہ السلام اور ظہورِ امام مہدی علیہ الرضوان کے عقیدے کو قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ عام فہم انداز میں بیان کیا۔ علاقہ کے علماء اور عوام الناس نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

حضرت مولانا کریم بخشؒ.......حیات وخدمات

مولانا کریم بخش ایک داعی الی اللہ، عالم دین، مدرس اور مبلغ تھے۔آپ کا سن پیدائش ۱۹۵۵ء ہے۔آپ گیلے وال تحصیل وضلع لودھراں کے علاقہ میں پیدا ہوئے۔دینی تعلیم جامعہ خیرالمدارس ملتان سے حاصل کی۔عظیم محدث حضرت علامہ محمد شریف کشمیریؒ، مفتی اعظم مولانا مفتی عبدالستارؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہ ملتانیؒ، مولانا غلام مصطفیٰ ملتانیؒ، مولانا عتیق الرحمنؒ، مولانا محمد صدیقؒ، مولانا منظور احمدؒ جیسی جبال العلم شخصیات سے دینی علوم وفنون اور احادیث نبویہ کی تعلیم حاصل کی۔ابتدائی تعلیم آپ نے جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں حاصل کی۔نیوملتان شاہ رکن عالم کالونی میں ۱۹۹۲ء میں جامعہ عمر ابن خطاب کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔جو ابتداً کرایہ کی عمارت میں تھا، جلد ہی جامعہ کی شکل اختیار کر گیا۔کوہ قامت تین منزلہ خوبصورت عمارت ان کی حسین یادگار ہے۔نیز جامعہ عمر ابن خطاب کی کئی ایک شاخیں بھی قائم کیں۔قصبۂ مڑل سے شجاع آباد کی طرف جائیں تو ۶۰ کنال قطعہ اراضی پر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔جس میں دو کنال پر مشتمل جامع مسجد ہے۔آپ سینے میں درد مند دل رکھتے تھے۔انسانیت کو کفر کی دلدل سے نکال کر اسلام کی عظیم الشان روشنی کی طرف لانے کے لئے آپ نے کئی ایک ممالک کے تبلیغی دورے کئے۔دعوت وتبلیغ ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، سوتے اور جاگتے ہر حال میں سنت نبوی کو حرزِ جان بنایا ہوا تھا۔آپ نے کئی ایک کتابیں بھی لکھیں۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے مبلغین کے ساتھ بہت ہی محبت فرماتے۔راقم چناب نگر کورس کی دعوت دینے کے لئے جاتا تو خود اعلان فرما کر حوصلہ افزائی فرماتے، نیز اپنے شاگردوں کو کورس میں شرکت کی ترغیب بھی دیتے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اجتماعات میں بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ شرکت فرماتے۔ایک سال چناب نگر ختم نبوت کانفرنس کے آخری خطیب آپ ہی تھے۔ہر سال مولانا فضل الرحمٰن یا کوئی پُرجوش خطیب ہوتا ہے۔مولانا کا آخری خطاب کامیاب رہا کہ کسی نے کسی پُرجوش خطیب کا پوچھا تک نہیں۔امسال ۶/اکتوبر کو بہاولپور میں ہونے والی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس جو ہاکی اسٹیڈیم میں ہوئی، آپ نے پُرمغز خطاب فرمایا۔غرضیکہ آپ تحریک ختم نبوت کے معاونین اور خاموش مجاہدین میں سے تھے، آپ نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑیں، بیٹے اور بیٹیاں حافظ، قاری اور عالم دین ہیں۔جس طرح جامعہ خیرالمدارس ملتان کے لئے گزشتہ دوتین سال گراں گزرے کہ دو تین سالوں میں شیوخ حدیث مولانا محمد صدیقؒ، مولانا منظور احمدؒ، مولانا شیر محمدؒ اور اب مولانا خورشید احمدؒ جیسے علوم وفنون کے ماہر اساتذہ کرام اس دنیا فانی سے عالم باقی کی طرف روانہ ہوئے، ایسے ہی جامعہ عمر بن خطاب کے مولانا محمد یاسین صابرؒ، مولانا محمد امینؒ، مولانا کریم بخشؒ انتقال فرما گئے۔نہ خیرالمدارس کے اساتذۂ کرام کا کوئی ثانی ہے اور نہ ہی جامعہ عمر ابن خطاب کے اساتذہ کا متبادل۔مولانا کریم بخشؒ نے جہاں صلبی اولاد کو سوگوار چھوڑا، وہاں ہزاروں روحانی فرزندان گرامی بھی ان کی وفات کے صدمہ سے لائق تعزیت ہیں۔ان کا جنازہ ۲۲/نومبر ۲۰۲۲ء کو ملتان کے ہاکی اسٹیڈیم میں مولانا سیف الرحمٰن شیخ الحدیث جامعہ کی امامت میں ادا کیا گیا۔جس میں ہزاروں سے متجاوز علمائے کرام، مشائخ عظام، حفاظ، قرأ اور دین دار عوام نے شرکت فرما کر ان کی مغفرت کی دعائیں کیں۔جنازہ سے پہلے کئی ایک علمائے کرام نے آپ کو عظیم الشان خدمات پر خراج تحسین پیش کیا، ان میں مجلس تلہ گنگ کے امیر مولانا عبیدالرحمٰن، جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان کے شیخ الحدیث و مہتمم مولانا محمد نواز سیال، تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے مولانا محمد سہیل، بنوں تبلیغی مرکز کے امیر حاجی شفیق الرحمٰن، جامعہ عمر ابن خطاب کے شیخ الحدیث مولانا سیف الرحمٰن، ملک کے معروف خطیب مولانا عبدالکریم ندیم مرحوم کے فرزندان گرامی مولانا محمد عمران، مولانا محمد وقاص کریم نے ان کی عظیم خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔مولانا مرحوم کے فرزندان گرامی نے کہا کہ آپ قوم کی ہدایت وراہنمائی کے لئے رات کی تاریکی اور صبح نماز تہجد کے بعد دھاڑیں مار مار کر روتے اور ہدایت کی دعائیں فرماتے اور ان کی دعائیں کئی کئی گھنٹوں پر مشتمل ہوتیں۔ان کے زیر اہتمام چلنے والے مدارس میں چار ہزار طلبا اور ساڑھے تین سو طالبات زیر تعلیم ہیں۔جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا سیف الرحمٰن مدظلہ کے مشورہ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ نے مرحوم کے فرزند اکبر مولانا محمد وقاص کریم کو ان کا جانشین اور جامعہ کے مہتمم بنانے کا اعلان کیا۔مولانا محمد وقاص سلمہ نے بتلایا کہ جب انہیں دل کا دورہ پڑا اور ہسپتال میں داخل کیا گیا۔شدید ترین بیماری میں فرمایا کہ ایک ایک مریض کی خیر وعافیت معلوم کریں پتہ نہیں کس کس بیماری اور تکلیف میں ہیں۔گھر والے رونے لگے تو فرمایا کہ ’’میری وفات پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا، یہ بھی وصیت فرمائی کہ مجھے عمومی قبرستان میں دفن کرنا، یہ بھی فرمایا کہ امتِ مسلمہ کی اجتماعات کی کوشش کرنا اور اس سلسلہ میں خاصے فکرمند تھے۔آخری وقت درود پاک اور اللہ، اللہ کا ورد کرتے ہوئے جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔ان کے جنازہ میں اہل حق کی تمام جماعتوں کے راہنماؤں نے شرکت کی۔مجلس کی نمائندگی حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم، مولانا حافظ محمد انس، مولانا محمد عثمان، مولانا محمد وسیم اسلم، جناب عزیز الرحمٰن رحمانی، اور راقم الحروف محمد اسماعیل شجاع آبادی نے کی۔اللہ پاک ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں، آمین یا الٰہ العالمین۔

(حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

رعایتی قیمت

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	رعایتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	400
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	300
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	300
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	1200
5	فتنہ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے (2 جلدیں)	جناب محمد متین خالد صاحب	700
6	تحریک ختم نبوت (10 جلد مکمل سیٹ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2500
7	مقدمہ بہاولپور مکمل سیٹ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1000
8	محاسبہ قادیانیت جلد نمبر 1 تا 20 (مزید جلدوں کی اشاعت جاری ہے)	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	5100
9	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1000
10	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	300
11	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (5 جلدیں) مکمل سیٹ	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1200
12	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	200
13	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	130
14	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	150
15	سیرت حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	150
16	تذکرہ مجاہدینِ ختم نبوت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	200
17	خطبات شاہین ختم نبوت (دوجلدیں)	مولانا محمد بلال، مولانا محمد یوسف ماما	400
18	اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ	مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ	150
19	مجموعہ رسائل (ردقادیانیت) (دوجلدیں)	رسائل اکابرین	400
20	قادیانیت کا تعاقب	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد	120
21	ختم نبوت کورس	مولانا مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب	250

نوٹ: ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں

ملنے کا پتہ: ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان ...... جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ